رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL QADIAN

اخبار الفضل قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۸۹ | مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۲۷ء | یوم جمعہ | مطابق ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ | جلد ۱۴

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ — نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ھو الناصر

امام جماعت احمدیہ کا فسادات لاہور پر تبصرہ

برادران! السلام علیکم

پچھلے منگل بدھ اور جمعرات کو لاہور میں جو فساد ہوا ہے اس کے واقعات سے تو آپ لوگ دوسروں کی نسبت زیادہ واقف ہیں۔ اس لئے ان کے متعلق مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں میں اس امر پر افسوس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ بے گناہ مسلمانوں کو جو نماز پڑھکر مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔ بعض ہندوؤں اور سکھوں نے (ہندوؤں کے اشتعال دلانے پر) بیدردی سے قتل کر دیا۔ اور پھر ان کے جنازہ کے وقت بلا کسی انگیخت کے سنگباری کر کے جلتی ہوئی آگ پر اور تیل ڈالا۔ ہاں میں اس موقعہ پر ان لوگوں کی موت پر بھی افسوس کرتا ہوں۔ جو سکھوں یا ہندوؤں میں سے اس جوش و فساد کے موقع پر مارے گئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان میں سے اکثر اسی طرح بے گناہ تھے۔ جس طرح کہ مسلمان کیونکہ ان کا جرم ثابت نہیں کیا گیا۔ جس طرح سوامی شردھانند کے

ف حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ مضمون اشتہار کی صورت میں چھاپکر بکثرت لاہور میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت خدا کے فضل و کرم اچھی ہے۔ حضور نے حسب معمول ورنی طلباء کی مجلس ارشاد میں ہدایات فرمائیں۔ اور اسکے بعد مسجد اقصیٰ میں درس قرآن کریم دیا۔

۹ مئی۔ بعد نماز ظہر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ میں مبلغین کلاس کے اصحاب کی تقریریں سنیں۔ جنہیں عنقریب تبلیغ کے لئے باہر بھیجا جائیگا۔ حضور نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تقریروں کو پسند فرمایا اور ضروری نصائح فرمائیں۔ ۱۰ مئی کو خاص ہدایات دیکر جناب ذوالفقار علی خان صاحب ناظر اعلیٰ اور جناب مفتی محمد صادق صاحب ناظر امور عامہ حضرت اقدس کے ارشاد کے ماتحت لاہور مقیم ہیں تاکہ فسادات میں نقصان رسیدہ مسلمانوں کی ہر طرح امداد کریں۔ جناب مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اخبارات میں جو یہ چھپا ہے کہ احمدیہ ہوسٹل کا ایک لڑکا گم ہے یہ خبر غلط ہے۔ ہوسٹل کے تمام طلباء بخیریت ہیں۔ جناب مفتی صاحب خود ہوسٹل میں ہی مقیم ہیں۔

احباب کو اطلاع ہو کہ مالی سال ۳۰ اپریل کی بجائے ۳۰ مئی کو ختم ہوگا۔

مارے جانے پر قاضی محبوب علی صاحب کا مارا جانا جائز نہ تھا۔ اسی طرح مسلمان مقتولین کے بدلہ میں ان لوگوں کا مارا جانا درست نہ تھا۔ اور گو ابتدائی ظلم کے ماتحت ہندو اور سکھ صاحبان یقیناً ظالم ہیں جنہوں نے ابتدا کی۔ اور بیدردانہ ابتدا کی۔ اور پھر اپنے ظلم پر اصرار کیا۔ اور اسکو جاری رکھا۔ لیکن باوجود اس کے ہندوؤں اور سکھوں کے مقتولین پر بھی ہمیں اخلاقاً اور شرعاً اظہار افسوس کرنا چاہیئے اور چاہیئے کہ ایسے مواقع پر آیندہ اس قسم کا بدلا نہ لیا جائے۔ اسلام کا فخر اس کی مظلومیت میں ہے۔ اور ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فداہ نفسی و روحی کے اسوہ حسنہ پر چلکر بتا دینا چاہیئے کہ مسلمانوں کے جذبات ہمیشہ اس کے قابو میں رہتے ہیں۔

ہمیں اپنا بدلہ اس تعلیم سے اور اس تعصب سے لینا چاہیئے جس کے نتیجہ میں یہ واقعات ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور ہمیں یہ عہد کر لینا چاہیئے کہ ہندوستان کے ہر گھر میں اسلامی تعلیم کو قائم کر دیں۔ تا نہ یہ اختلاف مذاہب رہے۔ اور نہ یہ خونریزیاں ہوں۔ ان تمام فسادات کا علاج صرف تبلیغ اسلام ہے۔ اور اس کام کے لئے ہمیں کسی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ عارضی جوش اسلام کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ اسلام ہم سے اس قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ جو ہر روز کی جائے۔ دن کو بھی اور رات کو بھی۔ وہ ہم سے چاہتا ہے۔ کہ ہم اپنے آرام اور اپنی آسایش کو اس کے لئے قربان کر دیں۔ ہم اس کی اشاعت کے لئے اپنے سارے ذرائع کو استعمال کریں۔ اور سانس نہ لیں۔ جب تک [illegible] اس امر میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ پس پچھلے واقعات سے سبق حاصل کر کے آپ لوگوں کو چاہیئے۔ کہ اشاعت اسلام کی طرف توجہ کریں۔ اور اپنے اموال اور اپنے اوقات اس راہ میں خرچ کریں۔

میں آپ لوگوں کو یہ بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ سکھ صاحبان کے گرو اسلام کے بہت بڑے مداح تھے۔ اور مسلمان اولیاء سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔ بلکہ ہماری تحقیق کے رو سے تو حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ مسلمان تھے۔ تبھی تو انہوں نے مکہ کا حج کیا۔ اور باوا فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ملکر کھانا کھایا۔ اور ان کے جانشینوں نے میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے امرتسر کے گوردوارہ کا پتھر رکھوایا۔ لیکن بہر حال اس میں تو کوئی شک نہیں۔ کہ ان کے تعلقات مسلمانوں سے ہندوؤں کی نسبت زیادہ تھے۔ اور صرف بعد میں سیاسی اختلافات کی وجہ سے سکھ صاحبان ہندو صاحبان سے مل گئے۔ لیکن اب بھی توحید کے مسئلہ میں وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور یہی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ سکھ صاحبان سے تعلقات کو بڑھائیں۔ اور شورش کی وجہ سے اس امر کو نظر انداز نہ کر دیں کہ سکھ صاحبان صرف ہندوؤں کا ہتھیار بنائے گئے ہیں ورنہ وہ دل سے مسلمانوں کے دشمن نہیں ہیں۔ بلکہ بوجہ اپنے بزرگوں کی نصائح اور توحید پر ایمان رکھنے کے مسلمانوں کا داہنا بازو ہیں۔ اور مسلمانوں کی ذرا سی توجہ کے ساتھ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے مسلمانوں کے ساتھ ملکر ملک سے فساد اور شورش کو مٹانے کی طرف متوجہ ہو جائینگے۔ خصوصاً جبکہ ان کا سیاسی فائدہ بھی مسلمانوں سے ملنے میں ہے۔ کیونکہ ہندوؤں سے ملکر وہ اس صوبہ میں قلیل التعداد ہی رہتے ہیں لیکن مسلمانوں سے ملکر وہ ایک زبردست پارٹی بنا سکتے ہیں جو پنجاب کو اس کی پرانی شان و شوکت پر قائم کرنے میں نہایت مفید ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد میں مسلمانوں کو اس امر کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ ہر جگہ ہر قصبہ اور ہر شہر کے مسلمانوں کو جلسے کر کے گورنمنٹ کو توجہ دلانی چاہیئے۔ کہ وہ یا تو سب کو ہتھیار رکھنے کی اجازت دے یا پھر کسی کو بھی اجازت نہ دے۔ ورنہ ہر وقت کے خوف کی وجہ سے مسلمانوں کی اخلاقی حالت بہت ہی گر جائیگی۔ لیکن جب تک گورنمنٹ اس بارہ میں کوئی کاروائی نہ کرے۔ جہاں قانون اجازت دیتا ہے۔ وہاں کے مسلمانوں کو اپنے پر فرض کر لینا چاہیئے۔ کہ ہر ایک شخص اپنے گھر میں ایک سونٹا رکھے۔ اور جب بھی وہ گھر سے باہر نکلے۔ سونٹا لیکر نکلے۔ خواہ وہ نماز کے لئے ہی کیوں نہ جاتا ہو۔ اگر اس امر کی طرف پہلے توجہ کی جاتی۔ تو اس قدر جان کا نقصان نہ ہوتا۔ ہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہر ایک مسلمان کو یہ بھی عہد کر لینا چاہیئے۔ کہ وہ اسلامی تعلیم کے مطابق کبھی حملہ میں ابتدا نہیں کریگا۔ بلکہ صرف مجبوری کی حالت میں جب اپنی جان کو خطرہ میں دیکھیگا۔ سونٹے کو استعمال کریگا۔ اور وہ بھی اس وقت تک کہ حملہ آور بیکار ہو جائے۔ اور انسانی جان کے لینے سے بکلی اجتناب کریگا۔

ہمارا یہ بھی فرض ہے۔ کہ مسلمان مقتولین و مجروحین اور ان کی جو بے قصور گرفتار کئے گئے ہیں۔ خصوصاً اور ہندو اور سکھ مقتولین و مجروحین کی عموماً مدد کریں۔ تا ان گھروں پر جن کے آدمی مارے گئے ہیں یا زخمی ہوئے ہیں۔ دوہری مصیبت نازل نہ ہو۔ ایک مصیبت جان کی۔ اور دوسری فاقہ کشی کی۔ ہمیں اس امداد میں اسلامی تعلیم کے مطابق اس قدر وسیع الحوصلہ ہونا چاہیئے۔ کہ ہندو اور سکھ مقتولین اور مجروحین کی امداد سے بھی غفلت نہ کی جائے۔ مسلمان ہمیشہ مصیبت زدہ دشمن کی مدد کرتے چلے آئے ہیں۔ حتیٰ کہ ترک اس گئے گذرے زمانہ میں بھی جنگی قیدیوں کو آپ بھوکا رہکر کھانا کھلاتے رہے ہیں۔ پس ہماری ہمدردی کی بنیاد قرآن کریم کے پیش کردہ خدا کی طرح ربوبیت عالمین پر ہونی چاہیئے۔ میں اس غرض کے لئے اپنی جماعت کی طرف سے دو سو روپیہ کا وعدہ کرتا ہوں۔ اور اُمید کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت کے احباب اپنے اپنے حلقہ اثر میں دوسرے بہی خواہان بنی آدم سے بھی مناسب رقوم جمع کر کے اس غرض کے لئے بھجوائینگے۔ تاکہ جلد سے جلد مصیبت زدگان کی مناسب امداد کی جاوے۔

میں نے اپنے چیف سیکرٹری خان ذوالفقار علی خان صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر و مالک ہمدرد دہلی اور فارن سیکرٹری ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب سابق مبلغ امریکہ کو جو دونوں کہ اس وقت لاہور میں ہیں۔ ہدایت کی ہے۔ کہ وہ جہانتک ہو سکے۔ اس مشکل کے وقت میں مسلمانوں کی امداد کریں۔ اور جماعت کے دوسرے دوستوں سے بھی مدد دلوائیں۔

مجھے نہایت افسوس ہے۔ کہ لاہور میں جہاں کے باشندوں کو میں نے ہمیشہ اپنے نفس پر قابو رکھنے والا اور حوصلہ مند پایا ہے۔ اس قسم کا فساد ہوا۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ یہ فساد آخری فساد ہوگا۔ اور اس سے سبق حاصل کر کے وہ لوگ جو ہندوستان میں فساد کی آگ بھڑکانے میں خاص لذت حاصل کر رہے ہیں۔ اور جنہیں سے بعض بدقسمتی سے لاہور کے باشندے ہیں آیندہ اپنے رویّہ میں تبدیلی کرینگے۔ اور غور کرینگے۔ کہ کس طرح اس فساد کے موقع پر وہ ہندو جو احمدیوں کے درمیان رہتے تھے۔ ہر ایک شر سے محفوظ رہے ہیں۔ اور نصیحت حاصل کرینگے۔ کہ تبلیغ کے جوش کے یہ معنے ہرگز نہیں۔ کہ انسان انسانیت سے بھی خارج ہو جائے۔ ان ہندو صاحبان کا جوش تبلیغ احمدیوں سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ پس جس طرح باوجود انتہائی درجہ کا جوش تبلیغ رکھنے کے ایک احمدی ایک ہندو پر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ ایک ہندو کیوں ایک مسلمان پر ہاتھ اٹھائے۔

میں [illegible] کر کے اس اشتہار کو ختم کرتا ہوں۔ کہ میں نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ کہ اس وقت مسلمان اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کس طرح کر سکتے ہیں۔ تمام احباب سے درخواست ہے کہ دو پیسہ کا ٹکٹ بھیج کر یہ رسالہ صیغہ ترقی اسلام قادیان سے مفت طلب کریں۔ شاید کہ خدا تعالیٰ ان کے ہاتھ سے کوئی خدمت لے لے۔ اور ان کے لئے دین و دنیا کی بہتری کے سامان جمع ہو جائیں۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

خاکسار:- میرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ قادیان (گورداسپور)

ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ جب تک ایمان نہ لاؤ۔ اور تم ہرگز ایمان نہیں لا سکتے۔ جب تک کہ تم آپس میں محبت نہ کرو۔ اور لوگو! کیا نہ آگاہ کروں میں تم کو ایک ایسی بات پر کہ اگر تم وہ کرو۔ تو آپس میں محبت پیدا ہوگی۔ سنو وہ یہ ہے۔ کہ آپس میں بہت سلام کیا کرو۔

(مسلم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
یوم جمعہ - قادیان دارالامان - ۱۳ مئی ۱۹۲۷ء

لاہور کا شرمناک خونی حادثہ

سکھوں اور ہندوؤں کے اخلاقی امتحان کا وقت

پنجاب کے دارالسلطنت لاہور میں جہاں کے باشندے دیگر مقامات کی نسبت زیادہ فہیم اور معقول خیال کئے جاتے ہیں۔ ۴ مئی کی رات کو وہ الم ناک واقعہ رونما ہوا۔ جو اپنی وحشت اور بربریت سفاکی اور بے رحمی کی وجہ سے موجودہ دور کے تمام فتنہ خیز اور حشر برپا کر دینے والے واقعات پر سبقت لے گیا۔ یعنی رات کے ۹ بجے کے قریب سکھوں اور ہندوؤں کا ایک خونخوار گروہ جو ابھی ابھی ایک گوردوارہ سے خون آشامی کی تعلیم پا کر نکلا تھا۔ بیچارے ان نہتے بے خبر اور عمر رسیدہ مسلمانوں پر کرپانیں سونت کر اور لاٹھیاں تول کر پل پڑا۔ جو ایک ایک دو دو کر کے کوچہ درزیاں کی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ ان میں سے تین کو تو اسی جگہ ڈھیر کر دیا گیا۔ اور ایک ہسپتال میں جا کر فوت ہو گیا۔ اور کئی زخمی ہوئے۔ جس حالت میں جن لوگوں پر اور جن ہتھیاروں سے حملہ کیا گیا۔ وہ حملہ آوروں کی سفاکی بے رحمی اور جن پر حملہ ہوا ان کی مظلومی و بیکسی کی داستان ایسی پُردرد اور جگر دوز پیرایہ میں سنا رہا ہے کہ بے رحم سے بے رحم اور سنگدل سے سنگدل انسانوں کو بھی غمناک کر دینے کے لئے کافی ہے۔ تین مقتولوں میں سے ایک کی عمر پچپن سال اور دوسرے کی ساٹھ سال کے قریب تھی۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان بیچاروں کو قدرت نے ہی کسی قسم کے فتنہ و فساد میں حصہ لینے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔ اور وہ بغیر کسی قصور کے نہایت بے خبری اور لاعلمی کی حالت میں ان حملہ آور درندوں اور وحشیوں کے غیظ و غضب کا شکار ہو گئے۔ جو یہ ارادہ کر کے نکلے تھے کہ جو بھی مسلمان انہیں ملے گا۔ اسے موت کے گھاٹ اتار دینگے اور اس طرح اپنی طاقت اور قوت کا سکہ مسلمانوں کے دلوں پر بٹھا کر اپنے دلوں کے ارمان پورے کرینگے۔

اس نہایت ہی دردناک اور الم انگیز واقعہ کے بعد وہی نتیجہ رونما ہوا۔ جو لازمی طور پر ہونا چاہیئے تھا۔ اور جسے ہندو اور سکھ ظالموں نے اپنے شرمناک کرتوت سے دعوت دی تھی کہ سارے شہر میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور بہت سے بے قصور مسلمان سکھ اور ہندو ایک دوسرے کے غیظ و غضب کا شکار ہو کر موت سے ہمکنار ہو گئے۔ شکر ہے ذمہ وار حکام اور افسروں نے جلد سے جلد حالات پر قابو پانے کی سرگرم کوشش کر کے اس آگ کو جو بعض ناعاقبت اندیش اور فتنہ جو سکھوں اور ہندوؤں نے لگائی تھی۔ قابو میں کر لیا۔ ورنہ نہ معلوم کیا کچھ ظہور پذیر ہوتا۔ اور کس قدر بے گناہ لوگ اس کا شکار ہو جاتے۔

کہا گیا ہے۔ کہ اس فتنہ کا موجب ایک سکھ عورت ہوئی جسے کسی مسلمان نے چھیڑا تھا۔ اور اگرچہ یہ مقدمہ باقاعدہ طور پر عدالت میں چل رہا تھا۔ لیکن سکھوں نے عدالتی کارروائی پر اکتفا نہ کیا۔ اور منچلے ہندوؤں کی معیت میں خود وسیع پیمانہ پر مسلمانوں کو سزا دینے کے لئے کشت و خون کا بازار گرم کر دیا اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے۔ کہ کوئی مسلمان ایک سکھ عورت کی بے عزتی کے جرم کا مرتکب ہوا تھا۔ تو بھی سکھوں اور ہندوؤں نے جس رنگ میں اس کا انتقام لیا۔ وہ کسی اخلاق کسی قانون اور کسی طریق سے کسی مذہب کسی ملت اور کسی شریف انسان کے نزدیک بھی ایک لمحہ جائز نہیں قرار پا سکتا۔ کیا خود ہندوؤں اور خاص کر سکھوں کے متعلق اس قسم کے متعدد واقعات موجود نہیں ہیں۔ جنہیں مسلمان عورتوں کے اغوا۔ انکی عصمت دری اور بے عزتی کے الزام ان پر عائد کئے گئے۔ اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر کسی ایک مسلمان پر سکھ عورت کے متعلق اس بہت کم درجہ کا الزام لگا کر اس کا انتقام لینے کے لئے عام مسلمانوں پر حملہ آور ہونا اور انہیں قتل اور زخمی کرنا جہاں ہندوؤں اور سکھوں کے حد سے بڑھے ہوئے حوصلوں کا ثبوت ہے۔ وہاں مسلمانوں کی بیکسی اور بیچارگی کا بھی مظہر ہے۔ اور مسلمانوں پر اس قدر زیادتی اور اتنا بڑا ظلم ہے کہ جس کے لئے سکھوں اور ہندوؤں کی ساری قوم کو مسلمانوں کے سامنے نہ صرف اپنی ندامت اور شرمندگی کا صاف اور واضح طور پر اظہار کرنا چاہیئے۔ اور اس شرمناک فعل کے خلاف نفرت و حقارت ظاہر کرنی چاہیئے بلکہ مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے بھی ہر قسم کی مدد اور تائید کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ ہندو اخبار آنند نے بھی لکھا ہے۔ "حادثہ سے تھوڑی دیر ہی قبل ۴ مئی ۸ بجے بابا دولی صاحب میں سکھوں کا ایک دیوان تھا۔ اور وہاں سے ۲۰ منچلے سکھ کرپانیں سونت کر جوتی کابلی کی طرف گئے اور کوچہ دھوبیاں میں پہنچ کر کرپان استعمال کئے جس سے ۴ مسلمان تو کھیت رہے اور سو بری طرح زخمی ہوئے۔" (ملاپ ۸ مئی)

اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ کہ مسلمانوں کو اس بیدردی سے قتل کرنیوالے ظالم ایسے نہیں ہیں۔ جن کا پتہ لگانا مشکل ہو۔ وہ منچلے سکھ جو "کرپانیں سونت کر" دیوان سے نکلے۔ ان سے دیوان میں شامل ہونیوالے باقی سکھ اور ہندو ناواقف نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ان کا فرض ہے کہ اصل مجرموں کا پتہ بتانے میں کسی قسم کی لیت و لعل نہ کریں۔ اور جرأت کے ساتھ ان کو حکام کے حوالے کر دیں۔ ورنہ قانون کی نظر میں خواہ وہ بے تعلق قرار پائیں لیکن مسلمانوں کو اس کا یقین دلانا ناممکن ہوگا اور ہندوؤں اور سکھوں پر یہ الزام ہمیشہ کیلئے لگ جائے گا کہ انہوں نے اپنی قوم کے نہایت ہی ظالم اور سفاک انسانوں کے ظالمانہ اور سفاکانہ فعل سے برأت نہ ظاہر کی۔ درآنحالیکہ اس سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے جب سوامی شردھانند کے قتل کا الزام ایک مسلمان پر لگایا گیا۔ تو ہندوستان کے ایک سرے سے لیکر دوسرے تک تمام ذمہ وار اور معزز مسلمانوں نے اس فعل پر نفرت کا اظہار کیا۔ اور ہندوؤں کے اس صدمہ اور غم میں نہایت صاف دلی کے ساتھ شریک ہو چکے تھے۔

خدا تعالیٰ نے سکھوں اور ہندوؤں کی اخلاقی حالت کے امتحان کا یہ موقع پیدا کیا ہے۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو گئے۔ تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ان کے آئندہ تعلقات کے متعلق ایک نیک فال ہوگی۔ لیکن اگر وہ فیل ہو گئے۔ تو پھر اخلاقی لحاظ سے ان پر مسلمانوں کی فتح ہوگی۔ جس کے نتائج انشاء اللہ مسلمانوں کے لئے بہترین رونما ہونگے۔

مسلمانوں کے لئے راہ عمل

مسلمانان لاہور پر بیٹھے بٹھائے جو مصیبت نازل ہوئی ہے۔ وہ ہر ایک مسلمان کے لئے نہایت ہی المناک اور جگر دوز ہے اور ہمارے قلوب اس پر خون فشاں ہیں۔ لیکن باوجود اس کے ہم مسلمانوں کی بہتری اور بہبودی اسی میں سمجھتے ہیں۔ کہ انہیں صبر اور تحمل کی تلقین کریں۔ اور دلی خلوص کے ساتھ اس راہ عمل کی طرف توجہ دلائیں۔ جو امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے رکھی ہے۔ اور اسی اخبار میں خطبہ جمعہ کے زیر عنوان اشاعت پذیر ہو رہی ہے۔ اسے پوری توجہ اور غور سے پڑھا جائے۔ اور اپنی تمام طاقت اور ساری قوت اس پر عمل کرنے میں صرف کر دی جائے۔ اگر ایسا کیا گیا۔ تو ہم خدا تعالیٰ کی درگاہ سے امید رکھتے ہیں کہ آج کل مسلمانوں پر جو چہار اطراف سے مصیبتوں کے بادل اور آلام کی گھٹائیں امڈی آ رہی ہیں۔ وہ چھٹ جائینگی۔ اور انہیں آرام اور عزت کی زندگی حاصل ہو جائیگی۔

کرپان کے نقصان

اس سفاکی اور خونریزی کی سطح پر جو لاہور میں رونما ہوئی ہے نہایت خطرناک چیز تبرّی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہ سکھ صاحبان کی کرپان ہے وہ مذہبی تقریب کے علاوہ میں بیت کر ہیولیں لگتے پھرتے ہیں۔ جسے کئی موقع پر اور اب لاہور کے تازہ واقعہ میں اس سے جو کام لیا گیا ہے۔ اس پر جہاں ہم سکھ صاحبان سے غور کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ وہاں گورنمنٹ سے بھی کہتے ہیں۔ کہ ملک کے ایک طبقہ کو ہر وقت مسلح رہنے کی اجازت دیدینا اور باقی لوگوں کو نہتے بنائے رکھنا کہاں تک اس کے انصاف اور عدل کی شان کے شایاں ہے۔ کرپان سے نہتے لوگوں کے قتل ہونے کے واقعات اس حد کو پہنچ گئے ہیں۔ جو قطعاً نظرانداز نہیں کئے جانے چاہئیں۔ اور اس بڑھتے ہوئے خطرہ کو روکنے کے لئے جس سے سارے ملک کا امن و امان تہ و بالا ہو سکتا ہے۔ موثر اور ضروری کارروائی کرنی چاہئیے۔

مسلمانوں کو آپس میں لڑنے کی چالیں

مولوی ظفر علی خاں صاحب نے جو عموماً اپنی ادیبانہ جذبہ پردازی کے جوش میں احتیاط اور سلامت روی کا پہلو چھوڑ کر اپنے لئے آپ مصیبت سہیڑ لیتے ہیں۔ مولانا محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے اپنے ایک مضمون میں لکھ دیا۔

"آپ آئے دن راقم کو زرگری اور زرپرستی کا طعنہ دیتے رہتے ہیں۔ جس کا جواب اس سے بجز صبر و شکر کے اور کچھ نہیں پڑا۔ لیکن بخدا جس کے اگر یہاں اگر کسی ہندو یا کسی عیسائی کا یا مسلمان کی طرف سے آپ پر کوئی حملہ ہو۔ خواہ وہ کتنا ہی حق بجانب کیوں نہ ہو۔ تو المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً کے ارشاد مقدس کے آگے سر جھکا کر سب سے پہلا شخص جو آپ پر اپنی جان قربان کرنے کو حاضر ہوگا۔ وہ غدّار اور زرپرست اور مسلمانوں کے دماغوں میں زہر پھیلانے والا زمیندار کا خادم ظفر علی خاں ہوگا۔"

ہندو اخباروں کو آج کل دینی باتیں مذاق دے۔ ان الفاظ کو لے کر دیسے مسلمانوں کے پاس دوڑ گئے ہیں جن کے متعلق ایسا خیال تھا۔ کہ ان سے اپنے مطلب فتوی حاصل کر سکیں گے۔ اور نہایت افسوس کی بات ہے۔ کہ ان اصحاب نے مولوی ظفر علی خاں صاحب کے اصل منشا اور نیت کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے۔ ایسے الفاظ میں اپنی آراء ظاہر کیں۔ جو آریہ اخبارات کے ہاتھ میں ایسا حربہ بن گئیں۔ کہ اس سے انہوں نے نہ صرف مولوی ظفر علی خاں صاحب کے خلاف کام لیا۔ بلکہ "اسلام کی تعلیم اور اسلام میں صدوع معلوم ..."

کا دروازہ" کے سے طویل اور رکیک عنوان قائم کر کے اسلام کو بدنام کرنے کی بھی کوشش کی۔

اس میں شک نہیں کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب نے جن الفاظ میں اپنا مفہوم ادا کیا۔ وہ محتاط نہ تھے۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں۔ کہ ان الفاظ سے ان کی مراد قطعاً وہ نہ تھی اور نہ ہو سکتی ہے۔ جو ہندوؤں نے سمجھی۔ اور جسے پیش کر کے انہوں نے فتوی حاصل کیا۔ مولوی صاحب اسلام سے اتنے ناواقف نہیں ہو سکتے۔ کہ ان کے نزدیک اسلام کی یہ تعلیم ہو۔ جو آریہ اخباروں نے بالفاظ ذیل ان کی طرف منسوب کی ہے۔ کہ:۔

"اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کی کسی سیاسی یا اخلاقی یا مذہبی ناز یبا حرکت پر اعتراض کرے۔ خواہ معترض کتنا ہی حق بجانب اور درست ہی پر ہو۔ لیکن ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ مسلمان ناحق پر بھی ہو۔ تو وہ مسلمانوں کی حمایت کرے۔"

پس جن اصحاب کے سامنے ان الفاظ میں سوال پیش کیا گیا تھا۔ انہیں کوئی جواب دیتے ہوئے راقم کی نیت کا ضرور لحاظ کرنا چاہئیے تھا۔ اس طرح انہیں بآسانی معلوم ہو جاتا۔ کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب کا اصل منشا کیا تھا۔ اور پھر ان کا جواب زیادہ مکمل اور صحیح ہوتا۔

بہر حال جو کچھ ہوا۔ ہوا۔ مگر اس سے مسلمانوں کو آئندہ کے لئے یہ سبق ضرور حاصل کرنا چاہئیے۔ کہ ہندو کس کس طریق سے مسلمانوں کو آپس میں ٹکرانے اور لڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان حالات میں بہت ہوشیاری اور موقع شناسی سے کام لینا چاہئیے۔

ہندوؤں کی قساوت قلبی

لاہور کے مسلمان اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اور فساد کے متعلق سرکاری رپورٹ میں یہ درج ہے۔ کہ جب مسلمان ان مقتولین کے جنازے لئے جا رہے تھے۔ جنہیں ۳ مئی کی رات کو بے خبری کی حالت میں اچانک حملہ کر کے قتل کر دیا گیا۔ تو ہندوؤں کے ایک مشہور مندر کے پاس سے ان پر پتھر پھینکے گئے۔ اور کئی ایسے اشخاص کی گرفتاری عمل میں آئی۔ جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے پتھر پھینکے۔

اگر رات کی تاریکی میں بے خبر مسلمانوں کو قتل کر دینے والوں نے اپنی کمینگی اور رذالت کا ثبوت دیا تھا۔ تو دوپہر کے وقت ان مقتولوں کی لاشیں لے جانے والے ہجوم اور افسردہ ہجوم پر جس کا نظارہ نہایت ہی درد انگیز تھا۔ پتھر پھینکنے والوں نے اپنی انتہائی قساوت قلبی اور خباثت کا اظہار کیا۔ اور اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا۔ کہ ... فتنہ انگیزی میں ہندو سکھوں سے پیچھے نہیں بلکہ بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

ہندو فتنہ انگیزوں کی جرم پوشی

قسی القلب ہندوؤں کے تذکرہ کے بعد ہندو اخبارات کی شرمناک جرم پوشی اور ظالموں کی حمایت کی کوشش بھی دیکھ لیجئے۔ مقتولین کے جنازوں کے ماتمی جلوس پر پتھر پھینکے جانے کے واقعات کو ناقابل انکار سمجھ کر اس رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ کہ

"ہندو اوپر کی منزلوں میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے جلوس کے دیکھنے کے لئے کھڑکیاں کھول رکھی تھیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کو دیکھتے ہی ان پر اینٹیں برسانی شروع کر دیں۔ ہندوؤں نے کھڑکیاں بند کر لیں۔ اور اس طرح مسلمانوں کی اینٹیں کھڑکیوں اور دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر نیچے گرتی رہیں اور پھینکی ہوئی اینٹوں کی اس رجعت کو ہندوؤں کی خشت باری بنا دیا گیا۔"

یہ ہندوؤں کے انگریزی اخبار ٹریبیون ۶ مئی کا بیان ہے۔ اور ستم یہ ہے۔ کہ "عینی شاہد کے قلم" کا لکھا ہوا ہے۔

اس دیدہ دلیری سے واقعات کا انکار شاید ہندوؤں کے سوا کسی سے ممکن نہ ہو۔ ہندو مسلمان اخبارات کے متفقہ بیانات کو نہ مانیں۔ لیکن انگریزی اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے متعلق کیا کہیں گے۔ جس نے لکھا ہے:۔

"مسلمانوں کے اس ماتمی جلوس اور جنازہ کا استقبال جو موری دروازہ سے طیار کیا گیا تھا۔ اینٹوں اور پتھروں سے کیا گیا راستہ کے کئی مقامات پر خاص کر ... پر اینٹیں پتھر برسائے گئے۔"

پھر "مسلمانوں کے جنازوں پر خشت باری" کے عنوان سے لکھتا ہے:۔

"تقریباً دوپہر کے بعد مسلمانوں کا ماتمی جلوس موری دروازہ سے روانہ ہوا۔ اور ایک طویل راہ سے ہوتا ہوا جنازہ گاہ تک پہنچا۔ جلوس کو اپنا راستہ ختم کرنے میں کئی گھنٹے لگ گئے جب یہ جلوس جا رہا تھا۔ تو اس پر اینٹوں کے ٹکڑے سالم پختہ اینٹیں اور آدھی اینٹیں مختلف عمارتوں سے پھینکی گئیں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ لوہاری دروازہ کے قریب ایک مندر سے بھی اینٹیں پھینکی گئیں۔"

ایسے صاف اور واضح بیانات کے ہوتے ہوئے ہندو اخبارات کو فتنہ انگیز ہندوؤں کی حرکات پر جھوٹ بول کر پردہ ڈالنے کی کوشش کرنے پر شرم آنی چاہئیے۔

ہندو اخبار اور لاہور کے فساد

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہندو اخبار بعد کے واقعات پر تو بہت کچھ نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو بہت کچھ برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ لیکن فساد کی اصل جڑ کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔ حالانکہ وہی چیز ہے۔ جس کے خلاف نفرت و حقارت کا اظہار کرنے کی ضرورت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

لاہور کا خونی ہنگامہ

مسلمانوں کو ہندوؤں اور سکھوں کے مظالم سے بچنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(فرمودہ ۶ مئی سنہ ۱۹۲۷ء)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

آج میں فطرت انسانی کے اس تاریک ترین پہلو کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جس پر نگاہ ڈالتے ہوئے وہ انسان جس کی نسبت بائبل میں آتا ہے۔ کہ خدا نے اسے اپنی شکل پر پیدا کیا اور جس کی نسبت اسلام کہتا ہے۔ کہ اشرف المخلوقات ہے۔ وہ نہایت ہی بدصورت اور

ہیبت ناک جانوروں

کی شکل میں نظر آتا ہے۔ اگر انسان کے اخلاق حیوانوں سے بہتر نہیں۔ تو وہ ان سے بھی بدصورت میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔ ابھی

تازہ واقعہ

ہے۔ اور یہ واقعہ اکیلا نہیں۔ بلکہ ایک لمبے سلسلہ واقعات کی کڑی ہے۔ اور نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ آخری کڑی ہوگی۔ یا اور بہت سی کڑیاں یکے بعد دیگرے اس سے جڑتی جائیں گی۔ وہ واقعہ یہ ہے۔ کہ لاہور میں اتوار سوموار کے دن عشاء کی نماز پڑھکر کچھ مسلمان ایک مسجد سے نکل رہے تھے۔ کہ ان پر کچھ سکھ اور ہندو یہ کہتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔ کہ مار ڈالو۔ کسی کو نہ چھوڑو۔ مسلمانوں کی احکام دین سے بے توجہی کے باعث نماز پڑھنے والے عموماً غریب طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور آج کل کی مذہبی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ بڈھے جو سمجھتے ہیں۔ کہ اب ہم مرنے والے ہیں۔ خدا کو یاد کرلیں۔ ورنہ کیا جواب دینگے۔ ہی عام طور پر نمازی ہوتے ہیں۔ ورنہ

اُمراء اور نوجوان طبقہ

کے لوگ تو نماز کے قریب جانا پسند ہی نہیں کرتے۔ اور وہ اسے چھوڑ چکے ہیں۔ پس وہ لوگ جو نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان میں عموماً وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جو نہ آج کل کے ہندو مسلم جھگڑوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ نہ ان میں ان کا دخل ہوتا ہے۔ اور نہ انہیں کوئی پوچھتا ہے۔ وہ اپنے دن مصیبت سے گذار رہے ہوتے

اور قبر میں پاؤں لٹکائے موت کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں ایسے لوگوں پر اس وقت جبکہ وہ بے خبر ہوں۔ اور ایسی حالت میں جبکہ وہ بالکل نہتے ہوں۔ کچھ

مضبوط اور قوی آدمیوں کا ہتھیار لیکر جا پڑنا

بہتوں کو زخمی کر دینا اور کئی کو مار دینا انسانی فطرت کا ایسا تاریک پہلو پیش کرتا ہے۔ جو نہایت ہی بھیانک ہے۔ خبر ہے۔ کہ اس وقت تک تین مسلمانوں کو سکھوں اور ہندوؤں نے قتل کر دیا۔ ایک ہندو کو زخمی کر دیا۔ مگر اس لئے کہ وہ شلوار اور مسلمانوں کی سی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ جب اس نے بتایا۔ کہ میں ہندو ہوں۔ تو پھر اسے چھوڑ دیا گیا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے مسلمان زخمی ہوئے۔ اس کے بعد برابر ہندو مسلمانوں میں

فساد کی رَو

چل رہی ہے۔ اس وقت تک سات آٹھ آدمی اور مارے جاچکے ہیں۔ اور ایک سو کے قریب زخمی ہسپتال میں پڑے ہیں۔ جلا ہجوم جوش دکھانے والے۔ بے خبر مسلمانوں کو قتل اور زخمی کرنے والے۔ مسلمانوں کے خلاف تدبیریں کرنے والے اور ان کا نام و نشان مٹانے کی تیاریاں کرنے والے اور ہیں۔ اور مارے اور جا رہے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں میں سے اکثر اس وجہ سے

ہندوؤں کے ظلم و ستم کا شکار

ہو رہے ہیں۔ کہ وہ مسلمان ہیں۔ ورنہ فساد سے انہیں کوئی تعلق نہیں۔ کوئی گھر سے سودا لینے بازار گیا۔ اگر مسلمان تھا۔ تو ہندوؤں نے اکیلا دیکھ کر مار ڈالا۔ اور اگر ہندو تھا۔ تو مسلمانوں نے مار دیا۔ کوئی بیمار کے لئے دوائی لینے گیا۔ اسے مار ڈالا۔ اکثر واقعات جو اس وقت تک ہوئے ہیں۔ ایسے ہی ہیں۔ کہ وہ مظلوم

جن پر ستم توڑا گیا۔ بالکل

بے قصور اور بے گناہ

ہوتے ہیں۔ ان کا فساد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ محض اس لئے قتل کر دئے جاتے ہیں۔ یا زخمی کر دئے جاتے ہیں۔ کہ وہ مسلمان ہیں یا ہندو۔ یہ دراصل نتیجہ ہے اس رَو کا۔ جو دیر سے چل رہی ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے ہندو لیکچراروں کے ان لیکچروں کا۔ جن میں انہوں نے ہندوؤں کو یہ تلقین کی ہے۔ کہ یا تو مسلمانوں کو ہندوستان سے بالکل خارج کر دیا جائے۔ اور باقی ماندہ ہی ہندو ہو جائیں۔ یا پھر ہندو مسلمان ہو کر رہیں۔ اس کے سوا ان کے آگے اور کوئی چارہ نہیں ہے اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہندو لیکچراروں کی قوم میں

مسلمانوں سے عداوت اور دشمنی

بڑھ رہی ہے۔ اور وہ کہتے ہیں۔ ہندو لیڈر تو جب یہ کام شروع کرینگے۔ دیکھا جائے گا۔ ہم سے جس قدر ہوسکے۔ ہم اسے شروع کر دیں۔

ہم احمدی بظاہر ان حالات سے متاثر نہیں ہوتے کیونکہ ان کا اثر براہ راست ہم پر نہیں پڑتا۔ لیکن اگر تھوڑی دیر کے لئے اس وحشت کو اپنی آنکھوں کے سامنے لائیں جس سے کام لیا جا رہا ہے۔ اور

یہ نقشہ

کھینچیں۔ کہ ایک شخص بھلا چنگا گھر سے نماز کے لئے جاتا ہے یا اپنے کسی عزیز بیمار کے لئے دوا لانے کے لئے گھر سے نکلتا ہے۔ یا بائیسکل پر سوار ہو کر کہیں جا رہا ہے اور مارا جاتا ہے۔ جب اس کے گھر والوں کو یہ خبر پہنچے گی کہ ان کا آدمی نماز پڑھکر واپس آنے کی بجائے خون میں تھڑا ہوا دم توڑ رہا ہے۔ یا مر گیا ہے۔ یا بیمار جس کی جان لبوں پر تھی۔ وہ تو ابھی زندہ ہے۔ لیکن اس کے لئے جو بھلا چنگا دوائی لینے گیا تھا۔ وہ قتل ہو گیا ہے۔ یا جس کی بیوی منتظر ہوگی۔ کہ اس کا خاوند یا جس کی ماں منتظر ہوگی۔ کہ اس کا بچہ یا جس کی بہن منتظر ہوگی۔ کہ اس کا بھائی یا جس کے بچے منتظر ہونگے۔ کہ ان کا باپ ابھی ابھی بائیسکل پر سوار گھر آنے والا ہے۔ وہ جب یہ سنیں گے۔ کہ ان کے باپ کی لاش بازار میں پڑی ہے۔ یا جب ماں سنے گی۔ کہ اس کے بچے کی لاش ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہے یا جب بہن سنے گی۔ کہ اس کا بھائی خون سے نہا کر دم توڑ رہا ہے یا جب بیوی سنے گی۔ کہ اس کا خاوند اس بے دردی اور سنگدلی سے ہلاک کر دیا گیا ہے۔

تو ان کی کیا حالت ہو گی۔ ایسی بیوائوں۔ ایسے یتیموں ایسے والدین۔ ایسے بہن بھائیوں کی حالت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچو۔ اور پھر بتاؤ۔ ان کی کیا حالت ہو گی۔ ہر شخص کی ماں۔ بہن۔ بیوی۔ بچے عزیز دوست کوئی نہ کوئی ہوتا ہے۔ اور کوئی ایسا شخص نہیں جو آسمان سے گرا ہو۔ جس کے ماں باپ نہ ہوں یا بیوی بچے نہ ہوں یا بہن بھائی نہ ہوں یا اور رشتہ دار نہ ہوں عزیز کوئی نہ کوئی ہر ایک کا رشتہ دار ہوتا ہے مگر ایسے بہت کم لوگ ہیں۔ جو

دوسروں کی مصیبت

اور حالت کا پورا اندازہ کرتے ہیں۔ ہاں جب خود ان پر اس قسم کی مصیبت آتی ہے۔ تب انہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ کتنی تکلیف کتنا رنج اور کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ انہی بے قصوروں کو مارنے والوں کے گھروں میں اگر

دو دن کا جھگڑا

بھی مرنا۔ تو آسمان سر پہ اٹھا لیتے۔ مگر ان کو اتنا خیال نہ آیا۔ کہ جنہیں وہ مار رہے ہیں۔ ان کے بھی بہن بھائی ہونگے۔ ان کے بھی بیوی بچے ہونگے۔ ان کے بھی رشتہ دار ہونگے انکی کیا حالت ہو گی۔ ان کے مارنے سے مسلمان مٹ نہیں گئے۔ اور نہ مٹ سکتے ہیں۔ اب بھی موجود ہیں۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ موجود رہیں گے مگر وہ گھر برباد ہو گئے۔ وہ خاندان تباہ ہو گئے۔ وہ مکان ویران ہو گئے۔ وہ خاندانوں کے اجڑ گئے۔ جن پہ آفت آئی اور ظالموں اور سفاکوں کے ہاتھوں بلاوجہ اور بغیر قصور آئی۔ پس یہ نہایت ہی

تاریک فعل

ہے۔ اور ایسا شرمناک فعل ہے۔ جس پہ ہر وہ انسان جو شرافت اور انسانیت کی صفات سے ... ہو گیا۔ ملامت کریگا۔ اور اظہار نفرت کرنا اپنا فرض سمجھے گا ...

شردہانند صاحب کے قتل پر

اس لئے کہ جس وقت قتل کیا گیا۔ اس وقت کوئی خاص وجہ پیدا نہ ہوئی تھی۔ تمام مسلمانوں نے اس فعل سے اظہار نفرت کیا۔ اور کسی قسم کی ہمدردی اس سے ظاہر نہ کی۔ مگر یہاں تو ایک شردہانند قتل ہوا تھا۔ یہاں تین دن میں ایک اور اضافہ ہو چکا ہے۔ جو زخموں کی وجہ سے بعد میں فوت ہو گیا) مارے گئے ہیں۔ اور بلاوجہ بلا قصور مارے گئے ہیں۔

اب ہم دیکھیں گے

کہ ہندو کس طرح ان کے قاتلوں سے اظہار نفرت کرتے اور کیونکر ان کے فعل کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اگر انہوں نے اسی جوش اور اسی طریق سے اظہار نفرت کیا۔ جس طرح مسلمانوں نے شردہانند کے قتل پر کیا تھا۔ تو سمجھیں گے۔ ہندوؤں میں بھی تبدیلی آگئی ہے اور

شرافت اور انسانیت کے جذبات

ان میں پیدا ہو گئے ہیں۔ لیکن اگر انہوں نے قاتلوں کے فعل پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ اور ان کے مددگار بن گئے۔ تو اس کے یہ معنی ہونگے۔ کہ یہ قوم انسانیت کے دائرہ سے نکل کر حیوانیت کے دائرہ میں داخل ہو چکی ہے۔ بلکہ اس سے بھی بدتر حالت کو پہنچ چکی ہے۔ اور اس سے صلح کر کے مسلمان اس ملک میں امن سے نہیں رہ سکتے۔ آج تک کا

پچھلا تجربہ

بتاتا ہے۔ کہ جہاں کہیں بھی ہندوؤں پر ظلم ہوا۔ مسلمانوں نے ان سے ہمدردی کی۔ اور اس فعل کے کرنے والوں سے اظہار نفرت کیا۔ لیکن جہاں جہاں مسلمانوں پر ہندوؤں نے مظالم کئے۔ وہاں ہندوؤں نے نہ تو مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ اور نہ اپنی قوم کے ظالم اور بے رحم لوگوں کے افعال سے اظہار نفرت کیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان میں

مسلمانوں کے خلاف جوش

اور جرأت بڑھتی جا رہی ہے۔ آج بھی اگر ہندو لیڈر مسلمانوں پر رحم کر کے نہیں بلکہ اپنی قوم پر رحم کر کے کیونکہ بالآخر نقصان انہی کو اٹھانا پڑتا ہے جو ظالم ہوں۔ ظالم قوم جو قبر دوسرے کیلئے کھودتی ہے۔ دراصل اس میں خود گرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظالم کبھی جیتتا نہیں۔ بلکہ ہمیشہ مغلوب ہوتا ہے۔ پس یہ ظلم ان کو فائدہ نہیں دے سکتا۔ اس لئے اگر وہ اپنی قوم کے ایسے افعال سے اظہار نفرت کریں گے۔ تو اس سے ان کی

قوم کے اخلاق

بچ جائینگے۔ مجھے یہ بات معلوم کر کے نہایت افسوس ہوا ہے۔ کہ ہندوؤں اور سکھوں کے ظلم کے بعد مسلمانوں نے بھی بعض ہندوؤں اور سکھوں کو مار دیا ہے۔ میں ان کے اس فعل پر بھی اسی طرح

اظہار نفرت

کرتا ہوں۔ جس طرح ہندوؤں کے فعل پر کیا ہے۔ مسلمانوں نے جن ہندوؤں یا سکھوں کو مارا ہے۔ ان کا کوئی جرم نہ تھا۔ وہ مسلمانوں کے قاتل نہ تھے۔ اور نہ اس وقت قتل میں شریک تھے ان کو قتل کرنا یا مارنا سخت ناروا اور ناواجب تھا۔ پس میں مسلمانوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ ان کو اپنے افعال اپنے قابو میں رکھنے چاہئیں۔ وہی انسان وقت پر کام کر سکتا ہے۔ جو اپنے جوش کو دبا سکتا ہے۔ اور جو ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ فوراً نکل جانے دیتا ہے وہ کچھ کام نہیں کر سکتا۔

انسانی دماغ

انجن کی طرح ہوتا ہے۔ جب انجن میں سٹیم بھر جائے تو چلنے لگ جاتا ہے لیکن جب سٹیم نکل جائے۔ تو کھڑا ہو جاتا ہے۔ واقعات اور حوادثات انسان کے دماغ میں سٹیم بھرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعہ جو جوش پیدا ہو۔ اسے اگر نکلنے دیں۔ تو وقت پر کچھ کام نہیں دے سکتا۔ ہاں اگر بند رکھیں۔ تو جس طرح انجن چلتا ہے۔ اور سینکڑوں من بوجھ کھینچ کرلے جاتا ہے۔ اس طرح مسلمان بھی کوئی قابل ذکر کام کر سکیں۔ اگر ان مصائب پر جو انہیں پیش آ رہے ہیں۔ مسلمان جوش نہ دکھائیں صبر سے کام لیں۔ فوراً بدلا لینے کی طرف نہ جھک جائیں۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ اعلیٰ کام کرنے کی طرف ان کو توجہ پیدا ہو گی۔ اور ان کے دماغوں میں جو سٹیم ہو گی وہ انہیں کام دیگی۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ جب بھی ایسے واقعات ہوتے ہیں۔ مسلمان اپنے دماغی انجن کے حفاظتی کو کھول دیتے ہیں اور سٹیم نکل جاتی ہے۔ مثلاً اب ہی جو فساد ہوا ہے۔ اس میں مسلمان اگر ہندوؤں اور سکھوں کے ظلم کا جواب دے لیں۔ تو پھر گھروں میں خوشی کے ساتھ بیٹھ رہیں گے۔ اور کہیں گے۔ ہم نے بھی بدلا لے لیا۔ اس طرح ان کے دل ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ لیکن

اگر مسلمان بدلا نہیں لینگے

بلکہ یہ کوشش کرینگے۔ کہ ہم ایک بھی ہندو کو ہندو یا ایک بھی سکھ کو سکھ نہ رہنے دینگے۔ اور انہیں مسلمان بنا لیں گے۔ تو یہ ان کے اندر ایک سٹیم ہو گی۔ جو ترقی کی طرف انہیں لے جائیگی اس طرح غصے زدہ نہیں ہونگے۔ بلکہ بڑھتے رہیں گے۔ پس ایسے موقعوں پہ جوش کو دبانا مضر نہیں۔ بلکہ مفید ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو اپنے جوشوں کو دبا لیتے ہیں۔ اور ناجائز کارروائی سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہ کامیاب ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اندر ایسی آگ لگی رہتی ہے۔ جو کبھی نہیں بجھتی۔ اور ایسی جلن ان کے دلوں میں رہتی ہے۔ کہ وہ ایک لحہ غافل نہیں ہو سکتے۔ لیکن جن کے جوش نکل جاتے ہیں۔ ان کے ارادے بھی بے نتیجہ رہ جاتے ہیں۔ جن کے سینوں میں آگ دبی ہوئی ہو۔ ہمیشہ وہی ہوشیار اور خوش رہتے ہیں اس وقت مسلمانوں کو چاہیئے۔ ان

مظالم کا جواب

بجائے ہاتھ سے دینے کے زبان سے دیں۔ دلائل سے دیں۔ فعل سے دیں۔ اور وہ اس بات کی کوشش کریں کہ ان لوگوں میں تبلیغ کی جائے۔ اور انہیں مسلمان بنایا جائے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جس قدر مظالم بڑھتے گئے۔ آپ تبلیغ پر زیادہ زور دیتے گئے۔ اسی طرح اب مسلمانوں کو بھی اس پر زور دینا چاہیئے۔ دیکھو خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشمنوں نے کس قدر تکلیف دیں۔ آپ کے آدمی مارے گئے۔ کیسے کیسے عالی شان صحابہ اور مخلص صحابیات قتل کی گئیں۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اینٹ کا جواب پتھر سے

نہیں دیا۔ جب صحابہ اور صحابیات کو مار دیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہی کر سکتے تھے۔ جو اب مسلمان کر رہے ہیں۔ مگر آپ نے یہ نہیں کیا۔ بلکہ تبلیغ پر اور زیادہ زور دیا۔ اور اتنا زور دیا۔ کہ وہ جو آپ کو پتھر مارنے والے تھے۔ وہ آپ کے دست راست بن گئے۔ اور تبلیغ کے کام میں ہاتھ بٹانے والے ہو گئے اس وقت بھی

مسلمانوں کے لئے ایک ہی راستہ

کھلا ہے۔ اور وہ یہ کہ تبلیغ پر زور دیں۔ اور سکھوں و ہندوؤں کو مسلمان بنائیں۔ اگر مسلمان ایسا کرینگے۔ تو یہی خون جو ان کا بہایا گیا ہے۔ ان کے لئے کھاد کا کام دیگا۔ لیکن اگر انہوں نے خون کے بدلے خون بہا لیا۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ ان کے جوش دب جائینگے اور ہندوؤں کے مظالم سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے ؛

دوسری چیز جس کی طرف مسلمانوں کو اور خصوصاً اپنی جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہم سے پہلے بھی غلطی ہوئی ہے۔ اور اب بھی اسی کا ارتکاب دوبارہ کیا جا رہا ہے۔ اور وہ یہ کہ

سکھوں سے مسلمانوں کے تعلقات

اعلیٰ درجہ کے تھے۔ سکھ مسلمان بزرگوں کا بڑا ادب اور تعظیم کرتے تھے۔ اپنے عبادت خانوں کی بنیاد ان سے رکھواتے۔ مسلمانوں کے مقدس مقامات پر جا کر چلہ کشی کرتے۔ اور ہر طرح مسلمانوں اور اسلام سے اخلاص رکھتے۔ مگر افسوس! کہ مسلمانوں نے بعض سیاسی امور میں غلطی کر کے سکھوں کو اپنا دشمن بنا لیا۔ اور ہندوؤں نے ان کو جذب کرنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سکھ جو اسلام کے دروازہ پر تھے۔ ہم سے دور ہو کر

دشمن کا ہتھیار

بن گئے۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی تھی۔ جو مسلمانوں سے ہوئی۔ اور جس کا سینکڑوں سال سے ہم خمیازہ اٹھا رہے ہیں۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی اصلاح فرمائی اور جہاں ایک طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی۔ کہ سکھوں کے سب سے بڑے گورو مسلمان تھے۔ مسلمان بزرگوں سے تعلق رکھتے تھے۔ مسلمان بزرگوں سے برکت حاصل کرتے تھے۔ دوسری طرف سکھوں کو توجہ دلائی۔ کہ ان کے بزرگوں کے تعلقات ہندوؤں کی نسبت مسلمانوں سے زیادہ تھے۔ مسلمانوں کو وہ اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھتے تھے۔ ان کے فیوض سے بہرہ اندوز ہوتے تھے اس لئے تمہارے تعلقات بھی ہندوؤں کی نسبت مسلمانوں سے زیادہ ہونے چاہئیں۔ یہ ایک

نہایت صحیح رستہ

تھا۔ جسے اگر مسلمان پکڑ لیتے۔ اور سیاسی غلطیاں نہ کرتے۔ تو اس وقت سکھ مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے۔ مگر مسلمانوں نے اس مسئلہ کی نزاکت کو نہ سمجھا۔ اور اس کے متعلق سوائے

جماعت احمدیہ

کے پوری بے توجہی اور لاپرواہی سے کام لیا۔ اگر مسلمانوں نے اس مسئلہ کی مذہبی اہمیت نہ سمجھی تھی۔ تو سیاسی اہمیت ہی سمجھتے اور خیال کرتے۔ پنجاب میں مسلمانوں کے ساتھ اگر سکھ بھی مل جائیں تو

مسلمانوں کی طاقت

کس قدر زبردست ہو سکتی ہے۔ اسی طرح سکھوں کو مسلمانوں کے ساتھ ملنے سے کس قدر قوت پہنچ سکتی ہے۔ دونوں کو اتنی طاقت حاصل ہو سکتی ہے۔ جو سیاسی طور پر پنجاب کی حکومت کو درست رکھنے کے لئے کافی بلکہ کافی سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن اگر سکھ ہندوؤں سے ملیں۔ تو انہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہندو اور سکھ ملکر بھی مسلمانوں سے کم رہتے ہیں۔ اور اس طرح سکھ حکمران نہیں بن سکتے۔ ہاں اگر مسلمانوں کے ساتھ مل جائیں۔ تو حاکم ہو سکتے ہیں۔ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی ۵۵ فیصدی ہے۔ اور سکھوں کی ۱۳ فی صدی۔ اگر دونوں مل جائیں تو ان کی ۶۸ فی صدی ہو سکتی ہے۔ اس طرح دونوں ملکر پنجاب پر آزادی سے حکومت کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ۱۳ فی صدی سکھ ۲۹ فی صدی ہندوؤں سے ملیں تو ۴۲ فی صدی بنتے ہیں۔ اور ۴۲ فی صدی ۵۵ فی صدی مسلمانوں پر غالب نہیں آ سکتے کجا یہ کہ مسلمانوں اور سکھوں کی مجموعی تعداد ۶۸ فی صدی پر غالب آ سکیں پس

سیاسی طور پر سکھوں کا فائدہ

اسی میں ہے۔ کہ مسلمانوں سے مل جائیں۔ اور مسلمانوں کا بھی اسی میں فائدہ ہے۔ کہ سکھ ان کے ساتھ مل جائیں۔ اب گورنمنٹ سکھوں اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں قریباً نصف حقوق نمائندگی دیتی ہے۔ لیکن اگر سکھ مسلمانوں کے ساتھ مل جائیں تو بہت زیادہ دینے پر مجبور ہو گی ؛

پس سیاسی طور پر بھی مسلمانوں اور سکھوں کا اس میں فائدہ تھا۔ کہ آپس میں مل جاتے۔ لیکن جن لوگوں کے نزدیک مذہب بھی کچھ حقیقت رکھتا ہے۔ وہ اس بات پر غور کر سکتے ہیں۔ کہ

سکھ توحید کو ماننے والے ہیں

اور ہندو مشرک ہیں۔ آریہ کہتے ہیں کہ وہ بت پرست نہیں ہیں مگر مادہ کو وہ بھی ازلی ابدی قرار دیکر خدا کے برابر کر دیتے ہیں۔ اس طرح وہ بھی مشرک ہی ہیں۔ لیکن سکھ سب چیزوں کا خالق خدا کو مانتے ہیں۔ اور وہ موحد ہیں۔ پس مذہبی طور پر جتنا اتحاد سکھوں سے ہو سکتا ہے۔ اتنا ہندوؤں سے نہیں ہو سکتا۔ اور مجھے تو جب کوئی سکھ ملا ہے۔ اور میں نے اس طرف اسے توجہ دلائی ہے۔ تو وہ مان گیا ہے۔ کہ فی الواقعہ مسلمانوں کے ساتھ سکھوں کے تعلقات بہت استوار ہو سکتے ہیں۔ اگر مسلمان ذرا بھی

حکمت سے کام

لیتے۔ تو سکھ ہندوؤں سے نہیں مل سکتے تھے۔ اور مسلمانوں سے ان کا اتحاد ہو سکتا تھا۔ اگر انہیں یہ بتایا جاتا۔ کہ تمہارے بزرگوں سے مسلمانوں نے کیسے کیسے اچھے سلوک کئے۔ اور تمہارے بزرگ انہیں کیسا اچھا سمجھتے تھے۔ تو درمیانی واقعات کو وہ یقیناً بھلا دیتے۔ اگر کوئی سکھوں کو یہ سمجھاتا اور ان کے ذہن نشین کرا دیتا کہ

سکھ دھرم کے بانی

سے مسلمانوں نے کیا سلوک کئے۔ اور انہیں بھی مسلمانوں سے اس قدر تعلق تھا۔ کہ مسلمان بزرگوں کے مقامات پر چلہ کشی کرتے۔ پھر بعد میں بھی سکھ بزرگوں کو مسلمان بزرگوں سے عقیدت رہی۔ چنانچہ امرتسر کے مشہور دربار صاحب کی بنیاد ایک مسلمان بزرگ میاں میر صاحب کے ہاتھوں رکھوائی گئی۔ تو بزرگوں کی محبت اور عقیدت کی وجہ سے وہ واقعات بھول جاتے۔ جو سکھوں اور مسلمانوں میں شکر رنجی کا باعث ہوئے۔ اب بھی مسلمانوں کو چاہیئے کہ

سکھوں سے دوستانہ تعلقات

قائم کریں۔ اور بتائیں۔ کہ مسلمانوں کے ان کے ساتھ جو تعلقات رہے ہیں وہ اوروں کے نہیں رہے۔ لوگ سکھوں کو بے جا جوشیلے اور کم سمجھ کہتے ہیں۔ لیکن مجھے سینکڑوں سکھ ملے ہیں۔ میں نے ان میں سعادت پائی ہے خصوصیت کے ساتھ ان پر

بڑی اثر کرنیوالی بات

یہ ہے۔ کہ مسلمان موحد ہیں۔ اور سکھوں میں توحید پر بڑا یقین پایا جاتا ہے۔ چونکہ خدا کی محبت اس قوم کو اسلام کی طرف لانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس لئے ان سے صلح اور دوستی رکھنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ پس جہاں تک ہو سکے۔ مسلمانوں کو سکھوں سے محبت رکھنی چاہیئے۔ اور انہیں اپنے خلاف ہندوؤں کا ہتھیار نہیں بننے دینا چاہیئے۔ بیشک اس میں مشکلات بھی ہیں مگر ان کا علاج کرنا چاہیئے۔ ایک سب سے بڑی مشکل تو یہ ہے کہ جہاں سکھ مرد توحید کے قائل ہیں۔ وہاں

سکھوں کی عورتیں

ویسی ہی مشرک ہیں جیسے اور ہندو عورتیں۔ اور ان کے گھروں میں ہندوانہ رسوم موجود ہیں۔ اس کا بہت بڑا اثر مردوں پر بھی پڑتا ہے اور وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ ایک دفعہ مجھے اس بات کا

خاص طور پر تجربہ

ہوا۔ میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہو گی۔ کہ ہم چند بچے ہوائی بندوق لیکر شکار کے لئے نکلے۔ یہاں سے قریب ہی ایک سکھوں کا گاؤں ہے۔ جس کا نام ناس پور ہے۔ جب ہم وہاں گئے۔ تو گاؤں کے ۱۸-۱۸-۱۹-۱۹ سال کے نوجوان اور کچھ ان سے بھی بڑی عمر کے ہمارے ساتھ مل گئے۔ اور شکار بتانے لگے۔ کہ یہ مارو۔ وہ مارو۔ اتنے میں ایک عورت نکلی۔ جس نے ہمیں تو کہا۔ کیوں جیو ہتیا کرتے ہو۔

اور سکھ لڑکوں سے کہا۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ تمہارے سامنے جیو ہتیا ہو رہی ہے۔ اسپران لڑکوں کی حالت یک لخت بدل گئی۔ وہ کہنے لگے تم کیوں شکار کرتے ہو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ اس وقت مجھے حیرت ہوئی۔ کہ ابھی تو یہ خود ہمیں لائے تھے۔ اور ہمارے ساتھ ساتھ شکار بتاتے پھر رہے تھے۔ اور ابھی خلاف ہو گئے ہیں۔ اس وقت تو مجھے اس کی وجہ سمجھ میں نہ آئی تھی۔ لیکن اب معلوم ہے۔ کہ یہ ان کی ماؤں کا اثر تھا۔ جو ان پر ہوا۔

غرض اس وقت تک سکھ عورتوں میں توحید کا نام و نشان بھی نہیں۔ اور ہندوؤں سے پرانے میل جول کی وجہ سے ابھی تک ان میں شرک پایا جاتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ

مسلمان عورتیں

سکھ عورتوں سے تعلقات بڑھائیں۔ اور ان کو توحید سے آگاہ کریں۔ سکھ خود بھی ان کی اصلاح کر رہے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ سکھ عورتیں بھی موحد ہو جائینگی۔ لیکن اگر سکھ عورتوں سے مسلمان عورتیں تعلقات بڑھائیں۔ تو چند سالوں میں ان کی حالت بدل سکتی ہے۔ اور پھر سکھ قوم اس حقیقت پر بآسانی قائم ہو سکتی ہے۔ جس پر اس کے گوروؤں نے اس کو قائم کرنا چاہا تھا مسلمانوں کو ان واقعات سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔ جو سکھ ہندوؤں کی انگیخت سے کرتے ہیں۔ بلکہ

سکھوں کو ہندوؤں کے قبضہ سے نکالنے کی کوشش

کرنی چاہیئے۔ پس میں ایک طرف تو مسلمانوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ایسے مواقع پر بجائے وقتی جوش دکھانے کے ہمیشہ کے لئے یہ فیصلہ کریں۔ کہ اسلام کے لئے زندہ رہینگے۔ اور اسلام کے لئے ہی مرینگے۔ دوسرے

حسن تدبیر

سے سکھوں کو ہندوؤں کے پنجہ سے چھڑائیں۔ اس کے لئے ہر مسلمان کا فرض ہونا چاہیئے۔ کہ سکھوں کو آگاہ کریے۔ کہ ان کا مسلمانوں سے ہی تعلق ان کے لئے ہر رنگ میں مفید ہو سکتا ہے اسی طرح ہر خاندان کی عورتیں جن کو موقع ملے۔ سکھ عورتوں کو سمجھائیں کہ شرک نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر ان دو تدبیروں پر عمل کیا جائے۔ تو یقیناً وہ مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔ جن سے اس وقت مسلمان گھبرا رہے ہیں۔ اور تھوڑے عرصہ میں وہ تباہی جو بار بار مسلمانوں پر آتی ہے۔ دور ہو سکتی ہے ؎

اسکے علاوہ اور

عملی تدابیر

اختیار کرنی چاہئیں۔ مگر یہ وہ تدابیر مجموعی طور پر ضرور اختیار کرنی چاہئیں۔ کہ ایک تو وقتی جوش نہ دکھایا جائے۔ بلکہ مستقل کام کرنے کی کوشش کی جائے۔ چند سکھوں یا آریوں کے مارنے سے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ہاں اگر مستقل طور پر کام کیا جائے گا۔ تو فائدہ ہوگا۔ پس میری

سب سے بڑی نصیحت

مسلمانوں کو یہ ہے۔ کہ وہ اس آگ پر جو خدا تعالیٰ کی مصلحت کے ماتحت ان کے دلوں میں بھڑکائی گئی ہے۔

دشمن کے خون کا چھینٹا

دیکر نہ بجھائیں۔ بلکہ اسے جلائیں جلائیں جلائیں حتیٰ کہ دشمنی اور عداوۃ کے سب سامان بھسم ہو جائیں۔ پس اپنے ہاتھ سے مقتولوں کے خون کا بدلہ نہ لو۔ تاکہ تمہارے دل ٹھنڈے نہ ہو جائیں۔ اور وہ طریق اختیار کرو۔ کہ اس کفر و ضلالت کو جس نے بے قصور مسلمان قتل کرائے۔ مٹا دو۔ یہ مرنے والوں کیلئے

حقیقی زندگی

ہوگی ؎

دوسری نصیحت یہ ہے۔ کہ سکھوں سے دوستانہ تعلقات بڑھائے جائیں۔ نہ کہ گھٹائے جائیں۔ ذرا حسن تدبیر سے کام لیا جائے تو ان کی مسلمانوں سے سچی دوستی ہو سکتی ہے ؎

تیسری نصیحت یہ ہے کہ مسلمان اور تدابیر بھی اختیار کریں۔ عجیب بات ہے۔ مسلمان بار بار مار کھاتے ہیں مگر پھر بھی بنتے ہی رہتے ہیں اگر سکھ کرپانیں رکھتے ہیں۔ اور گورنمنٹ مسلمانوں کو تلواریں رکھنے کی اجازت نہیں دیتی۔ تو

ہاتھ میں لاٹھی رکھنا

کونسا مشکل ہے۔ اگر مسلمان اپنا فرض سمجھ لیں کہ ہاتھ میں سونٹا رکھنا ہے۔ تو وہ بہت حد تک اپنی جانیں بچا سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں کہا گیا ہے۔ خذوا حذرکم۔ اپنی حفاظت کا سامان ضرور رکھنا چاہیئے۔ جب دشمن حملہ کر رہا ہے۔ اور متواتر کر رہا ہے تو مسلمانوں کے لئے مشکل کیا ہے کہ چند پیسوں کا بھی نہیں بلکہ کلہاڑا لیکر خود درخت سے شاخ کاٹ کر ڈنڈا بنالیں۔ جسے ہر وقت اپنے پاس رکھیں حتیٰ کہ نماز پڑھنے کے لئے جائیں تو بھی ان کے پاس ہو۔ جب نماز کے وقت تلواریں اور بندوقیں لے جانی جائز ہیں تو ڈنڈا کیوں منع ہوگا۔ پس ہر مسلمان کے پاس ڈنڈا ہونا چاہیئے۔ تاکہ اگر دشمن حملہ کرے تو وہ اپنی حفاظت کر سکے اپنی عورتوں کی حفاظت کر سکے۔ اپنے اموال کی حفاظت کر سکے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مسلمانوں کو

ظالم نہیں بننا چاہیئے

کسی نہتے کو مارنا۔ یا راستہ چلتے کو اس لئے مارنا۔ کہ وہ دشمن کی قوم کا ہے سخت ظلم ہے۔ جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیئے۔ اور ہمیشہ انصاف پر قائم رہنا چاہیئے۔ خواہ دشمن کتنے ہی ظلم اور تعدی پر اتر آئے۔ یہی

اسلام کی تعلیم

ہے۔ اور اسی پر قائم رہکر مسلمان غالب ہو سکتے ہیں۔ اور یہی غلبہ ان کو فائدہ دے سکتا ہے۔ ورنہ اگر اسلام چھوٹ گیا تو پھر غلبہ اور فتح کس کام کی۔ ظالم جب ظلم کرتا ہے۔ تو اس کا ہاتھ روکو اور ہمت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرو۔ میرے نزدیک ان مسلمانوں نے غلطی کی جو ہندوؤں اور سکھوں کے حملہ کے وقت بھاگ گئے۔ خواہ وہ نہتے ہی تھے۔ مگر بھاگے کیوں؟ وہ ایسی حالت میں بھی دشمن کا مقابلہ کرکے اُسے بتا دیتے کہ

مسلمان بھاگنے کے لئے نہیں پیدا کئے گئے

اس طرح وہ ظالموں کو بآسانی پکڑوا بھی سکتے تھے۔ مگر ایسی حالت کے بعد کسی ہندو یا سکھ کو مارنا ظلم ہے۔ جو خواہ کوئی مسلمان کرے یا احمدی کرے یا کوئی قریبی رشتہ دار کرے یا بھائی کرے۔ میرے نزدیک ظلم ہی ہے جس سے مسلمانوں کو اپنے ہاتھ پاک رکھنے چاہیئیں۔ کسی بیگناہ اور بے قصور پر حملہ کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔ اور اتنا بڑا ظلم ہے۔ جس سے

آسمان کانپ جاتا ہے

انسانی جان کو خدا تعالیٰ نے اس قدر عزت دی ہے کہ اسپر عرش کا قیام رکھا ہے۔ اور جو شخص کسی بے گناہ کی جان لیتا ہے۔ خواہ اس بیگناہ کی قوم کتنی ہی ظالم ہو۔ خدا تعالیٰ کا عرش کانپ جاتا ہے۔ جب تک انسانی زندگی کی قدر قائم نہ ہو۔ اسوقت تک نہ امن قائم ہو سکتا ہے۔ اور نہ کوئی تہذیب قائم ہو سکتی ہے۔ پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ خون اور قتل کے تمام دروازے بند کر دیں۔ ہاں اس قتل کو کام میں لائیں۔ جو نفس کا قتل ہے باطل عقائد کا قتل ہے۔ جھوٹ شرارت۔ فتنہ و فساد کا قتل ہے۔ اگر دشمن حملہ کرتا ہے۔ تو تم اپنے پاس ہتھیار رکھو۔ تا اس کا مقابلہ کر سکو مگر اپنے جوش کو بیفائدہ ضائع مت کرو۔ اسے دباؤ تاکہ دوسرے مواقع پر تمہارے کام آسکے ؎

میں اسوقت

اپنی جماعت کے لوگوں سے

کہتا ہوں۔ ان کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو بچانے اور انہیں مضبوط بنانے کے لئے ہر قسم کی مدد انہیں دیں۔ انکو نصیحت کریں۔ ضروری ہدایات دیں ان تعلیمات کو جو میں یہاں دیتا ہوں۔ مسلمانوں میں پھیلائیں۔ وقت آ گیا ہے کہ اب وہی آواز اونچی ہو۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلند کی۔ اب اسی آواز سے دین و دنیا کی ہدایت مسلمانوں کو میسر ہوگی۔ پس احمدیوں کا فرض ہے کہ اس آواز کو مسلمانوں تک پہنچائیں۔ تاکہ مسلمان اس ابتری اور پراگندگی کے زمانہ میں دشمنوں کے حملوں سے بچ سکیں۔ اور اسلام کی حالت جو پہلے ہی ابتر ہو چکی ہے۔ اور نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے لوگوں کو توفیق دے۔ کہ وہ خود بھی ان باتوں پر عمل کریں۔ اور دوسروں کو بھی توجہ دلا سکیں ؎

نماز جنازہ

اس کے بعد حضور نے ایک مخلص نوجوان غلام علی صاحب کا مولوی عبدالحق صاحب ایبٹ آباد کے والد عمرانی خطاب صاحب کا اور رقیہ بی بی زوجہ شیر محمد صاحب کا۔ جن کا جنازہ پڑھنے والے دو دو تین تین آدمی تھے۔ جنازہ پڑھنے کا اعلان فرمایا۔ اور نماز کے بعد جنازہ پڑھا ؎

قادیان میں خواتین کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام

مدرسہ خواتین کی رپورٹ اور سالانہ نتائج

کامیاب طالبات کو انعام

مولانا مولوی شیر علی صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ خواتین نے ۶ مئی حسب ذیل رپورٹ جلسہ تقسیم انعام خواتین میں پڑھی۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی توجہ سے بزرگان ملت خواتین کی اعلیٰ تعلیم کیلئے کس قدر سعی فرما رہے ہیں۔ (ایڈیٹر)

حضرت خلیفۃ المسیح۔ خواتین کرام و معزز احباب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اس تقسیم انعامات کے جلسہ کے موقعہ پر میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ مدرسۃ الخواتین کی ایک مختصر رپورٹ بھی آپ کی خدمت میں پیش کروں۔

مدرسہ کی بنیاد اور غرض اس مدرسہ کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مبارک ہاتھوں سے آج سے ۱ سال پہلے ۱۸ مارچ ۱۹۲۵ء کو ڈالی گئی۔

اس سکول کی بنیاد ڈالنے سے یہ غرض تھی۔ کہ خواتین کی ایک تعداد کو اعلیٰ تعلیم دیکر اس امر کے لئے تیار کیا جائے۔ کہ وہ جماعت احمدیہ کی لڑکیوں کو تعلیم دینے کے لئے بطور معلمات کے کام دے سکیں۔ اس لئے اس سکول کے کھلنے کے وقت یہ منشا تھا کہ صرف ایسی خواتین کو اس مدرسہ میں داخل کیا جائے۔ جو پہلے اپنے طور پر کچھ تعلیم حاصل کر چکی ہوں۔ تا وہ اس مدرسہ میں اپنی تعلیم کی تکمیل کر کے جلدی اس سکول کی غرض کو پورا کرنے والی بن سکیں لیکن جب یہ کلاس کھولی گئی۔ تو بہت سی لڑکیوں نے اس مدرسہ میں داخل ہونے کی درخواست کی۔ ان کے اس شوق کو دیکھ کر ہر ایک کو جو اس مدرسہ میں داخل ہونا چاہتی تھی کلاس میں شامل ہونے کی اجازت دے دی گئی۔ اور ہر ایک درخواست کنندہ کو اپنی قابلیت آزمانے کا موقعہ دیا گیا۔ چنانچہ جلدی ہی طالبات کی تعداد ۴۳ تک پہنچ گئی۔

تجربہ نے ثابت کیا ہے۔ کہ یہ عام اجازت مدرسہ کی کامیابی کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی ہے۔ اگر داخلہ صرف انہی خواتین تک محدود رکھا جاتا۔ جو پہلے سے کسی قدر تعلیم حاصل کر چکی تھیں۔ اور نوعمر طالبات کو موقعہ نہ دیا جاتا۔ تو آج تک غالباً یہ مدرسہ ٹوٹ چکا ہوتا۔ کیونکہ ایسی خواتین عموماً نسبتاً زیادہ بڑی عمر کی تھیں۔ اور ان میں سے اکثر اپنے آپ کو اس مدرسہ میں چلنے کے ناقابل پا کر ہمت ہار چکی ہیں اور مدرسہ چھوڑ چکی ہیں۔ اور اس وقت زیادہ تعداد ایسی ہی لڑکیوں کی ہے۔ جو نسبتاً کم عمر ہیں۔ اور اس وقت جو لڑکی تمام مضامین میں اوّل درجہ پر پاس ہوئی ہے۔ وہ ان میں غالباً سب سے کم عمر رکھتی ہے۔ اور یہ وہ لڑکی ہے جو مدرسہ کھلنے سے چندماہ بعد مدرسہ میں آئی۔ اور جس کو ہم نے مدرسہ میں داخل کرنے میں سب سے زیادہ تامل کیا۔

مضامین جو پڑھائے جاتے ہیں اس مدرسہ میں اس وقت تک صرف چار مضمون پڑھائے جاتے ہیں۔ یعنی عربی۔ انگریزی۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ پہلے سال عربی۔ انگریزی کے لئے ۴۵-۴۵ منٹ دیئے جاتے تھے۔ اور جغرافیہ تاریخ کے لئے دونو کو ملا کر ۴۵ منٹ تھے۔ یعنی کل ایک گھنٹہ ۱۵ منٹ تعلیم ہوتی تھی۔ دوسرے سال مدرسہ کا وقت بڑھا کر تین گھنٹہ کر دیا گیا۔ اور اب نئے سال سے مدرسہ کا وقت چار گھنٹے کر دیا گیا ہے۔ اور بعض مضامین زیادہ کر دیئے گئے ہیں۔

اساتذہ مدرسہ یہ کلاس اس وجہ سے قابل مبارک ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے بذاتِ خود اس کلاس کو تعلیم دینا پسند فرمایا۔ اور غالباً یہ پہلی کلاس ہے۔ جس کو یہ فخر حاصل ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی جیسا مبارک وجود اس میں بہ حیثیت استاد کے کھڑا ہوا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اس کلاس کو جغرافیہ تاریخ کی تعلیم دینی شروع فرمائی۔ عربی کے استاد سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب مقرر ہوئے۔ مگر جب ان کو ملک شام میں تبلیغی مشن پر بھیجا گیا۔ تو ان کے بعد عربی کی تعلیم بھی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ہی دیتے رہے اس طرح حضرت خلیفۃ المسیحؑ کو تین مضامین پڑھانے پڑتے تھے یعنی عربی جغرافیہ۔ تاریخ۔ چونکہ اس طرح آپ کا بہت سا قیمتی وقت اس کام پر خرچ ہوتا تھا۔ اس لئے جغرافیہ تاریخ کے مضمون بعد میں ماسٹر محمد طفیل صاحب کے سپرد کئے گئے۔ اور اب ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب بی۔ اے ان مضامین کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سید زین العابدین ولی اللہ شاہ کی واپسی تک عربی کی تعلیم دیتے رہے انگریزی کا مضمون ابتداء سے بندہ کے سپرد رہا ہے

پردہ کا انتظام اس جگہ یہ نوٹ ضروری ہے۔ کہ یہ مدرسہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کے ایک حصہ میں قائم ہے اور طالبات اور اساتذہ کے درمیان دوہری چکوں کے ذریعہ پردہ کا انتظام ہے۔ اور اساتذہ کا انتخاب خود حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

مدرسہ کا آئندہ پروگرام اس سکول کے لئے قریب ترین معیار جو اس وقت مدنظر ہے۔ یہ ہے۔ کہ ان کو امتحان مولوی کے لئے تیار کیا جائے۔ اور مولوی کا امتحان پاس کرنے کے بعد وہ میٹرکولیشن کا امتحان صرف انگریزی میں پاس کریں۔ چنانچہ اب مولوی کا نصف کورس سال حال کے نصاب میں داخل کیا گیا ہے۔ اور باقی نصف کورس دوسرے سال کی تعلیم میں۔ اور اس طرح انشاء اللہ تعالےٰ وہ مئی ۱۹۲۹ء کے امتحان مولوی میں شامل ہونے کے قابل ہو جائینگی۔ مولوی کا نصاب اختیار کرنے کی وجہ سے ان کے مضامین کی تعداد میں بھی دو مضامین یعنی منطق اور فقہ کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اور ان دو مضامین کے علاوہ ایک اور مضمون کا اضافہ ہماری طرف سے کیا گیا ہے۔ یعنی دینیات کا جس میں قرآن شریف کا ترجمہ اور عمدۃ الاحکام شامل ہیں۔ پس اس طرح ان کو چار مضامین کی بجائے آئندہ یہ سات مضامین تیار کرنے پڑیں گے۔ عربی۔ منطق۔ فقہ۔ انگریزی۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ دینیات یعنی مولوی کے تمام مضامین کے علاوہ انہیں چار زائد مضامین تیار کرنے پڑینگے۔ جو مولوی کے امتحان میں شامل نہیں ہیں۔ اوّل انگریزی۔ دوم دینیات۔ سوم جغرافیہ۔ چہارم تاریخ۔ جغرافیہ اور تاریخ کا نصاب میٹرکولیشن کے معیار کے برابر رکھا گیا ہے۔ چونکہ اس سال مضامین میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس لئے وقت میں بھی ایک گھنٹہ کا اضافہ کرنا پڑا ہے۔ اور عملہ میں صوفی غلام محمد صاحب بی۔ اے مبلغ ماریشس کا اضافہ ہوا ہے۔ مضامین اور وقت کی تقسیم حسب ذیل طور پر کی گئی ہے:۔ عربی ادب۔ ترجمہ۔ کمپوزیشن اور بول چال ایک گھنٹہ روزانہ استاد سید زین العابدین ولی اللہ شاہ عربی صرف و نحو۔ منطق۔ فقہ اور دینیات ۱½ گھنٹہ روزانہ۔ استاد صوفی غلام محمد صاحب بی۔ اے۔ جغرافیہ و تاریخ ½ گھنٹہ روزانہ استاد ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب بی۔ اے۔ انگریزی ایک گھنٹہ روزانہ خاکسار شیر علی۔

آئندہ کے لئے یہ بھی تجویز ہے۔ کہ ہفتہ میں ایک دن اردو انگریزی اور عربی میں تقریر کرنے اور مضمون لکھکر سنانے کی مشق کرائی جائے۔ اور بعض بیرونی تجربہ کار اصحاب سے مفید مضامین پر کلاس کے سامنے لیکچر دلوائے جائیں۔ تاکہ ان کی معلومات میں مفید اضافہ ہو

تعداد طالبات و نتیجہ امتحانات گذشتہ سالانہ امتحان کے وقت ۲۱ خواتین درج رجسٹر تھیں۔ جن میں سے ۱۴ پاس ہوئیں۔ اور چار کو رعایتہً ترقی دی گئی۔ ۳ فیل ہوئیں اس سال ۱۵ خواتین بوقت سالانہ امتحان درج رجسٹر تھیں۔ جن میں سے ۲ خواتین بعض مجبوریوں کے ماتحت امتحان میں شامل نہ ہو سکیں ۱۳ خواتین شامل امتحان ہوئیں۔ جن میں سے انگریزی میں ۹ پاس ہوئیں۔ عربی میں ۸۔ تاریخ میں ۱۰۔ جغرافیہ میں ۷۔ ۵ خواتین تمام مضامین میں پاس ہوئیں۔ ۴ صرف ایک مضمون میں فیل ہوئیں اس لئے ان کو رعایتی ترقی دی گئی۔ ۳ ایک سے زیادہ مضامین میں

فیل ہوئیں۔ اس جگہ میں یہ بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ پرچے دیکھنے میں کافی سختی برتی جاتی ہے۔ اور پاس ہونے کے لئے ۳۳ فیصدی نمبر لینے ضروری ہیں۔ اور سوالات کے پرچے بھی کافی مشکل ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی پاس ہونے والی طالبات نے بہت اچھے نمبر حاصل کئے۔ مثلاً عربی کے کل نمبر ۲۰۰ تھے۔ جن میں سے پاس ہونے والی طالبات نے علی الترتیب حسب ذیل نمبر حاصل کئے۔ ۱۴۴ و ۱۲۹ و ۱۰۰ و ۹۹ و ۹۸ و ۹۵ و ۸۳ و ۸۰۔ انگریزی میں بھی کل نمبر ۲۰۰ تھے۔ جن میں سے پاس ہونیوالی طالبات نے علی الترتیب حسب ذیل نمبر حاصل کئے۔ ۱۵۹ و ۱۵۱ و ۱۲۱ و ۱۱۶ و ۱۰۴ و ۱۰۰ و ۹۴ و ۷۰ و ۶۷۔ اسی طرح تاریخ اور جغرافیہ میں بھی پاس ہونے والی طالبات نے اچھے نمبر حاصل کئے۔

ان نمبروں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ یہ طالبات خدا تعالےٰ کے فضل سے تعلیم میں اچھی ترقی کر رہی ہیں۔ نتیجہ امتحان یہ ہے

نمبر	نام طالبات	عربی ۲۰۰	انگریزی ۱۵۰	تاریخ ۱۰۰	جغرافیہ ۱۰۰	کل میزان	کیفیت
۱	ناصرہ بیگم بنت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ	۱۰۰	۹۴	۳۳	۵۴	۲۸۱	پاس
۲	رول نمبر ۱۳	۵۴	x	۲۵	۱۶	۹۵	فیل
۳	بنت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب	۹۵	۱۱۶	۳۴	۵۰	۲۹۵	پاس
۴	اہلیہ مرزا گل محمد صاحب	۹۸	۱۲۱	۴۵	۴۰	۳۰۴	پاس
۵	مبارکہ بیگم بنت مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری	۱۴۴	۱۵۹	۹۱	۵۵	۴۱۹	پاس۔ اول نمبر پر
۶	امتہ العزیز بیگم بنت قاضی عبدالرحیم صاحب	۱۲۹	۱۵۱	۳۳	۲۰	۳۳۳	رعایتی ترقی دی گئی
۷	زبیدہ خاتون بنت خان ذوالفقار علی خانصاحب	۸۳	۱۰۰	۴۰	۲۸	۲۵۱	پاس
۸	رول نمبر ۹	۵۶	۶۷	۲۰	۱۲	۱۵۵	فیل
۹	آمنہ بیگم بنت چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے	۸۰	۱۰۴	۱۲	۳۹	۲۳۵	رعایتی ترقی دی گئی
۱۰	بیوہ مولوی حکیم غلام محمد صاحب مرحوم	۷۲	۵۸	۳۳	۴۶	۲۰۹	رعایتی ترقی دی گئی
۱۱	محمدی بیگم بنت منشی شادی خانصاحب	۹۹	۴۶	۵۶	۳۲	۲۳۳	رعایتی ترقی دی گئی
۱۲	رول نمبر ۱۲	۶۳	۴۰	۲۲	۳۰	۱۵۵	فیل
۱۳	رول نمبر ۱۸	۵۹	۷۰	۲۳	۲۸	۱۸۰	فیل
۱۴	حرم ثالث حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ	بیمار تھیں	اب امتحان	دینگی			
۱۵	بلقیس خاتون بنت بابو فیروز علی صاحب	بیمار تھیں	اب امتحان	دینگی			

انعامات طالبات کی محنت اور شوق کو دیکھ کر ناظمین کے دل میں یہ تحریک ہوئی۔ کہ اعلےٰ نمبروں پر پاس ہونیوالی طالبات کو انعام دیئے جائیں۔ تاکہ اس طرح ان کے حوصلے بڑھیں۔ اور آئندہ پہلے سے بھی بڑھ کر ترقی کرنے کی کوشش کریں۔ ہر ایک مضمون میں اوّل اور دوم رہنے والی طالبات اور نیز مجموعی حیثیت سے اوّل اور دوم رہنے والی خواتین کیلئے انعام رکھا گیا تھا۔ انعام پانے والی طالبات کے نام حسب ذیل ہیں:۔

انعام اوّل مجموعی مبارکہ بیگم بنت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری۔ انعام دوم مجموعی اہلیہ مرزا گل محمد صاحب۔ انعام عربی اوّل مبارکہ بیگم۔ انعام عربی دوم امتہ العزیز بیگم بنت قاضی عبدالرحیم صاحب۔ انعام انگریزی اوّل مبارکہ بیگم۔ انعام انگریزی دوم امتہ العزیز بیگم انعام تاریخ اوّل مبارکہ بیگم۔ انعام تاریخ دوم محمدی بیگم بنت منشی شادی خانصاحب۔ انعام جغرافیہ اوّل مبارکہ بیگم۔ انعام جغرافیہ دوم ناصرہ بیگم بنت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی۔ انعام خاص از حضرت ام المومنین ناصرہ بیگم۔ انعام خاص از حضرت ام المومنین امتہ السلام بیگم بنت مرزا بشیر احمد صاحب۔ انعام خاص از والدہ صاحبہ منصور احمد صاحب امتہ السلام بیگم۔ انعام خاص از والدہ صاحبہ منصور احمد صاحب ناصرہ بیگم۔ انعام خاص از حافظ روشن علی صاحب۔ تمام مضامین میں پاس ہونے والی طالبات میں سب سے آخری یعنی زبیدہ خاتون بنت خانصاحب ذوالفقار علی خان صاحب۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(خاکسار شیر علی عفا اللہ عنہ۔ ہیڈ ماسٹر مدرسۃ الخواتین۔ ۹ مئی ۱۹۲۷ء)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آدمی کے مذہب پر اس کے دوست کا بھی اثر ہوتا ہے پس آدمی کو چاہیئے۔ اچھی طرح دیکھ لیا کرے۔ کہ کس کو دوست بنانے لگا ہے۔ (ترمذی)

احباب جماعت احمدیہ سے ضروری گذارش

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے احمدیہ کانفرنس کے موقع پر جماعت احمدیہ کے نمائندوں کو سلسلہ کی مالی حالت کی طرف جن الفاظ میں توجہ دلائی۔ اور جس طریق سے مالی حالت کو مضبوط بنانے کی اہمیت اور ضرورت ذہن نشین فرمائی۔ اس سے ساری جماعت کو آگاہ کرنے کے لئے حضور کی تقریروں کے بعض اقتباس رسالہ کی صورت میں شائع کئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ تمام انجمنوں کو ارسال کر دیا گیا ہے۔ جن احباب کو پہنچے۔ ان سے گذارش ہے۔ کہ وہ اپنی جماعت کے تمام افراد کو جمع کر کے شروع سے آخیر تک سنا دیں۔ اور ان امور پر عمل کرنے کی تحریک کریں۔ اور جہاں رسالہ نہ پہنچا ہو۔ وہاں کے دوست اطلاع دیں۔ تاکہ انہیں بھیجدیا جائے۔ امید ہے احباب کرام اس چھوٹے سے رسالہ کو پڑھ کر یا سن کر اپنے اندر خدمت دین کے لئے قربانی اور ایثار کے جذبات کو اسی طرح بڑے زور سے کے ساتھ موجزن پائیں گے۔ جس طرح مختلف جماعتوں کے نمائندوں نے حضور کے منہ سے یہ الفاظ سن کر اپنے سینوں میں پائے تھے اور مالی حالت کو مضبوط بنانے میں اپنی کوشش اور سعی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔ احباب کو اس سال بجٹ کو پورا کرنے کے علاوہ ۲۵ لاکھ ریزرو فنڈ جمع کرنے کی بھی کوشش کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی گذشتہ بقائے ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ تین ماہ کے عرصہ میں صاف ہو جانے چاہیئیں۔ خدا تعالےٰ آپ لوگوں کی ہمت اور طاقت میں برکت دے۔ اور بیش از پیش خدمات دین سر انجام دینے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔ والسلام۔

عبد المغنی ناظر بیت المال۔ قادیان۔

قبولیت دعا کا تازہ نشان

میری اہلیہ کی چھاتی پر زخم تھا جس کا ایک سال سے علاج ہو رہا تھا۔ جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۲۶ء سے پہلے لودھانہ کے زنانہ ہسپتال میں علاج کرانے کا ارادہ تھا۔ مگر بعض احباب کے مشورہ سے جلسہ پر حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب سے ذکر کیا۔ انہوں نے اپریشن کرانے کے لئے کہا۔ مگر بعض وجوہات سے خود اپریشن کرنے سے انکار کیا۔ چونکہ میں اور میری اہلیہ جلسہ سالانہ ۱۹۲۶ء پر آئے ہوئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں تحریری بھی اور حاضر ہو کر بھی دعا کے لئے بار بار عرض کی۔ جس وقت گھر پہنچے تو زخم مندمل ہونا شروع ہو گیا۔ اب یہ حالت ہے گویا کبھی زخم تھا ہی نہیں۔ خدا تعالےٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی دعا کے طفیل ہم پر یہ فضل کیا۔ الحمد للہ۔

(جیوے خاں احمدی لنگروعہ۔ ضلع جالندھر)

فسادات لاہور اور اخبار نتائج ہند نقطۂ نگاہ سے

(از ملاپ و پرتاب)

لاہور ۴ مئی - رات کو ۷ بجے سے گیارہ بجے تک جنونی مسلمانوں کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ خاص کر بازار حکیماں سے لیکر بھاٹی دروازہ تک ہزارہا مسلمان نظر آتے تھے۔ بھاٹی دروازہ کے باہر بھی کافی تعداد جمع تھی - اور وہ مارو مارو کے نعرے بلند کر رہے تھے - جو ہندو اس علاقہ میں آجاتا تھا۔ اس پر لاٹھیاں برسانا شروع کر دیتے تھے - اور بھاٹی دروازہ کے باہر مندر پر حملہ کر کے مسلمان حملہ آور مندر کے اندرونی حصہ میں گھس گئے - اور مندر میں ٹھہرے ہوئے مسافروں - پجاریوں کو خوب پیٹا - چنانچہ ایک برہمن مسمی کوڑی لال کو شدید زخم آئے ۔

بازاروں میں صبح کے وقت بہت کم آدمی چلتے پھرتے نظر آتے تھے جو غریب ہندو کچی دوکانوں میں سودا سلف بیچتے تھے - ان کی تختہ کی دوکانوں کو توڑ دیا گیا - پان فروشوں سوڈا واٹر فروشوں اور سبزی فروشوں کا نقصان بہت زیادہ ہوا ہے - بلوائیوں نے لکڑی کی دوکانوں کو توڑ کر بوتلوں کو چکنا چور کر دیا - اور پھلوں کو خراب کر دیا - جن دوکانوں کے دروازوں پر شیشے لگے ہوئے تھے وہ بھی توڑ دیئے گئے ۔

بیرونجات کے لوگ جنہیں اصلیت کا علم نہیں - وہ تو ان حالات کو پڑھکر سمجھتے ہونگے - کہ لاہور کے سکھوں نے غضب کر دیا - جو "بے گناہ" مسلمانوں کو پہلے مارا - پھر ان کے جنازوں پر اینٹیں برسائیں - لیکن وہ ہزاروں لوگ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اس تمام طوفان بے تمیزی کو دیکھا ہے - وہ جانتے ہیں - کہ کس طرح ان لوگوں نے دین و دنیا کے خوف کو بالائے طاق رکھکر جھوٹ کی اشاعت پر کمر باندھی ہے ایسے وقت میں جبکہ مسلمان ہزاروں کی تعداد میں لوٹ مار کا بازار گرم کرتے اور بے گناہوں پر سنگدلانہ حملے کرتے ہوئے آ رہے تھے کسی ہندو کی شامت آئی تھی جو ان پر خشت باری کرتا - اصلیت یہ ہے - کہ جلوس میں سے کسی غنڈے مسلمان نے ایک اینٹ سیتلا مندر پر کھڑے لوگوں کی طرف پھینکی - جب وہ اینٹ واپس گری - تو اسی نے شور مچا دیا - کہ دیکھو ہندو مندر سے اینٹیں برسا رہے ہیں - ایسا ہی واقعہ خالصہ کارنیشن ہوٹل واقعہ چوک انارکلی میں ہوا - ہوٹل کے اوپر بے گناہ اجنبی مسافر ٹھیرے ہوئے تھے - شامت اعمال سے وہ بھی اس فسادی جلوس کو دیکھنے کے لئے کوٹھے کی باریوں میں کھڑے ہو گئے - کہ اتنے میں کسی جاہل مسلمان نے ایک روڑا ان کی طرف پھینک کر ان کو للکارا - کہ اندر بھاگ جاؤ - ورنہ مار دیئے جاؤ گے - ان میں سے چند اسی وقت اندر چلے گئے اور چند کھڑے رہے - اس کے بعد پولیس کے سپاہیوں نے ہوٹل کے کمروں اور بالائی منزل کی تلاشی لی - مگر اینٹوں یا پتھروں کا کوئی ڈھیر ان کو نہیں ملا - باوجود اس کے سب از ہوٹل کے ملازم اور بیچے کا غریب دینا ناتھ پان فروش گرفتار کر لیا گیا - لوہاری دروازہ کے باہر اور اندر مسلمان غنڈوں کی ایک ایسی جماعت ہے - جس سے کسی بھی ہندو کی عزت محفوظ نہیں جن لوگوں کو کبھی لوہاری دروازہ کے باہر سے پھل سبزی خریدنے کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتے ہیں - کہ ایک ہندو گاہک کے ساتھ ان کا رویہ کیسا خراب ہوتا ہے - ان

لوگوں نے ۴ مئی کی شام کو اتنے ہندوؤں کو زدوکوب کیا - جن کی تعداد کا ٹھیک علم اس وقت ہوگا - جب کوئی منصفانہ تحقیقات شروع ہوگی - مسلمان سپاہی ہندو راہ گذروں کو یہ کہکر دروازہ کے اندر بھیجدیتے - کہ بیشک چلے جاؤ - کوئی خطرہ نہیں ساتھ ہی ذومعنی آواز دیدیتے "لنگھ جانے دو" دروازہ کے اندر گھستے ہی مسلمان غنڈے اس کی ایسی مرمت کرتے کہ اپنی خوش قسمتی سے وہ جانبر ہو سکتا - اصلیت یہ ہے - کہ ہندوؤں پر اتنا ظلم و تشدد کبھی نہ ہوتا - اگر مسلمان پولیس غنڈوں کا ساتھ نہ دیتی ۔

لاہور ۵ مئی - آج ایک عجیب واقعہ ہوا - مسلمان فسادیوں نے موچی دروازہ کے باہر اپنا اڈہ بنا رکھا تھا - ریلوے اسٹیشن سے دو چار ہندو عورتیں آ رہیں - ان کو علم نہیں تھا - کہ شہر میں فساد ہے - جب وہ موچی دروازہ کے قریب پہنچیں تو مسلمان فسادیوں نے ان پر پتھر پھینکنے شروع کئے - اتفاق سے موٹروں پر دو انگریز لیڈیاں گذر رہی تھیں - انہوں نے ہندو عورتوں کو خطرہ میں دیکھ کر انہیں اپنی موٹروں میں بٹھا لیا اور پولیس افسر سے شکایت کی بیان کیا جاتا ہے - کہ اس موقعہ پر چند شرارتی مسلمانوں کو زیر حراست کر لیا گیا ۔

۶ مئی کی شام کو حکام مسلم لیڈران کے ساتھ حویلی کابلی مل کے قریب موقعہ کے معائنہ کیلئے گئے - یہ وہ جگہ ہے جہاں تین آدمی لڑائی میں مارے گئے تھے ۔

لاہور میں کیا ہو رہا ہے ؟ یہ دکھانے کی ضرورت نہیں - مسلمانوں نے جو اودھم مچا رکھا ہے - اس نے ہندوؤں اور سکھوں کی عرصہ زندگی تنگ کر دیا ہے - اس وقت ہم زیادہ لکھنا نہیں چاہتے - کہ (۱) زخمی بھی زیادہ ہندو ہوئے (۲) ہلاک شدگان کی تعداد میں بھی ہندو ہی زیادہ ہیں اور (۳) گرفتار بھی ہندو ہو رہے ہیں - مظلوم ہندو فریاد کرتے ہیں - لیکن کوئی سنتا نہیں - آہ کرتے ہیں لیکن وہ کسی کے کان میں پڑتی نہیں - پولیس تقریباً ساری مسلمان ہے - افسران میں بھی ہندوؤں کی تعداد نسبتاً کم ہے - گورنمنٹ کے کانوں تک جو بھی بات پہنچتی ہے - وہ مسلمان لیڈروں اور مسلمان افسروں کی زبان سے - لیکن ہندو پوچھتے ہیں - کہ ان کے لیڈر کہاں گئے - مسلمان لیڈر ہندوؤں کو دھڑا دھڑ گرفتار کرا رہے ہیں - ہمارے لیڈر اس طرف کب دھیان کرینگے زخمی ہندوؤں کا علاج کس طرح ہو رہا ہے - ہندو سبھا یا ہندو لیڈر اس پر کب غور کرینگے - کیا مظلوم ہندوؤں کی پکار کوئی نہیں سنیگا ؟

ملک عید محمد نانبائی چوک وزیر خاں جو ملک دین محمد جج ریاست پٹیالہ کے رشتہ کے بھائیوں میں سے ہیں - وہ ٹانگہ میں تندوری روٹیاں اور دیگ میں چنے کی دال رکھے ہوئے جا بجا پولیس اور فوج کے سپاہیوں کو جو ڈیوٹی سے ہٹ نہیں سکتے تھے - تقسیم کرتے پھرتے تھے - تاکہ ان کو بھوک کی تکلیف نہ ہو - مسلمانوں نے کئی جگہ پانی کی سبیلیں بھی لگا رکھی تھیں ۔

لاہور ۵ مئی - آج شہر میں مسلم فسادیوں کے حملہ سے کوئی بھی محفوظ نہیں - چنانچہ اس کا اثر یہ پڑا ہے - کہ تین دن کے لئے تمام سرکاری دفاتر جن کے ملازم شہر میں رہتے ہیں بند کر دیئے گئے ہیں ۔

لاہور ۴ مئی - موچی اور اکبری دروازہ کی درمیانی سڑک تو درہ خیبر بنی ہوئی تھی - اور کوئی راہ گذر خالی نہ چھوڑا جاتا تھا - سینکڑوں ہندو وہیں پر زخمی ہوئے اور کئی مارے گئے اور بہتیرے لوٹے گئے ۔

۴ مئی ۷ بجے شام کے قریب تخمیناً پانصد مسلمانوں کا ایک گروہ جو لاٹھیوں - چھریوں اور ہتھوڑوں سے مسلح تھا - موچی دروازہ کی طرف سے آیا - اوّل اس گروہ نے کوچہ جواہریاں سے لوٹ مار شروع کی - مسلمانوں نے نو دس ہندوؤں کو خوب پیٹا - موچی دروازہ والے مسلمانوں نے اڈہ شوالہ پر دھاوا بولدیا - اور دھرم شالہ کے نشان صاحب کو جلا دیا گیا - اور مندر کے دروازہ کو توڑ کر مندر سے پجاریوں کا سامان وغیرہ لوٹ لیا - اور مندر کی بے ادبی بھی کی گئی - اس سے آگے بڑھ کر مسلمانوں نے پھر دوکانوں کو لوٹا - لالہ بلم مل جو کہ ایک ستر سالہ بوڑھا ہے سادھارن بیٹھا ہوا تھا - یکایک حملہ کر دیا - اور اس کو نیم بسمل کر دیا گیا - جس وقت اڈہ شوالہ پر حملہ کیا گیا - اس وقت مسلمانوں کے ہاتھ ایک پندرہ سالہ بچہ آیا - جس کے کندھے پر دو لاٹھیاں لگائی گئیں - مگر وہ فوراً خوش نصیبی سے چھت پر چلا گیا - اور چھت سے دوسری طرف کود کر اپنی جان بچائی - اس کے بعد اڈہ میں ایک بارہ تیرہ سالہ بچہ ملا - اس کو اوّل تو ہاتھوں سے ہی پیٹا بعد میں اس کے گلے سے ایک تعویذ جو کہ سونے کا تھا اتار لیا - مگر وہ بھی خوش قسمتی سے کسی طرح جان بچا کر چھت پر چڑھ گیا - اس کے بعد محلہ والوں نے بمشکل تمام آگ کو فرو کیا ۔

چار ہندو مولانا تاجور نے بچائے ۔

نہایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے - کہ شرومنی کمیٹی نے گورنمنٹ سے درخواست کی ہے - کہ لاہور کے ہندو محلوں میں پہرہ کے لئے وہ ایک ہزار سکھ سیوادار دینے کو تیار ہے ۔

چوہٹہ دتی بھگت کے ہندوؤں کی حالت سخت مخدوش ہے - وہاں پولیس کے پہرہ کا بھی انتظام ناکافی ہے - کئی کئی ہندو گھر تو ایسے ہیں - جنہوں نے آج تین دن تک کچھ نہیں کھایا پیا - آج ۶ مئی کو نیلوس سٹی مجسٹریٹ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا - وہاں سے ایک دستہ پولیس کا بھیجا گیا ۔

لاہور میں ہندوؤں کو دھڑا دھڑ گرفتار کیا جا رہا ہے - کل بھی بہت سی گرفتاریاں عمل میں آئی تھیں - ۲۹ ہندو ڈبھی بازار سے گرفتار کئے گئے تھے - شام تک وہ بھوکے پیاسے چوک رنگ محل میں مشن سکول کے احاطہ میں بیٹھے رہے - شام کو ۴ بجے کے قریب انہیں دبے گئے - آج صبح ۹ ہندو گرفتار کئے گئے تھے - جنہیں کوتوالی بھیج دیا گیا تھا -

میں نے مورخہ ۴ مئی ۱۹۲۷ء کو موچی دروازہ کے باہر دیکھا - کہ قریب دو سو مسلمان دو سکھوں کو زدوکوب کر رہے تھے - ایک سکھ نے تو اپنی جان موچی دروازہ کے باہر پولیس چوکی کے نزدیک ملحقہ مندر کی طرف بھاگ کر بچائی - اور دوسرا سکھ اکبری دروازہ کی جانب بھاگا - یقیناً اس سکھ کو جان سے مار دیا جاتا - اگر دو پولیس کے سپاہی اتفاقاً اس موقعہ پر نہ پہنچ جاتے - اور اس کے بعد میں نے سیتلا مندر کے پیچھے چوب کی دوکانات کے عین سامنے ایک شخص کو قریباً ۵۰ غنڈوں کے چنگل میں دیکھا - جو اس شخص کو بے دردی سے زدوکوب کر رہے تھے - اور وہ مسلمان

فسادات لاہور کی ضروری خبریں

لاہور ۷ر مئی	کل تعداد	مسلمان	ہندو	سکھ	عیسائی
مقتولین	۲۲	۸	۱۱	۴	×
مجروحین	۱۷۹	۴۳	۹۵	۴۱	۱

سکھوں کے پاس اس وقت تک کرپانیں موجود ہیں۔ اور یہی کرپانیں ۳ر مئی کی رات کے حادثہ ہائلہ کی علت بنیں۔ اور انہی کے ناجائز غلط اور خطرناک استعمال سے لاہور کی امن گاہ میں ہنگامہ و فساد کی آگ مشتعل ہوئی۔ اس کے خلاف دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ سے مسلمان بالکل نہتے ہو چکے ہیں۔ اور انہیں حفاظت کے لئے ایک ڈنڈا رکھنے کی بھی اجازت نہیں اس عدم مساوات نے صورت حالات کو زیادہ پیچیدہ بنا رکھا ہے دنیا کا کوئی مذہب بے گناہوں کے قتل کی اجازت نہیں دیتا۔ اور سکھ اس لحاظ سے آج تک کرپان کی مذہبی عزت و حرمت کی نگہبانی نہیں کر سکے پھر جس قوم کے افراد ایک مذہبی نشان کا غلط استعمال کرتے ہوئے بے گناہ انسانوں کی جانوں اور جسموں کو بلا تامل خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔ ان کے درمیان کوئی نہتی قوم اپنی حفاظت کی طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتی۔ اور اسے مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر مسلمان سکھوں کی دراز دستی اور اپنی بیچارگی کی شکایت بار بار زبان پر لاتے ہیں۔ تو یہ شکایت بے جا نہیں۔ بلکہ اس کے لئے موثق و مدلل وجوہ موجود ہیں۔ مسلم رہنماؤں کا فرض ہے کہ وہ اس مسئلہ پر غور کریں ؞

مسلم اکابر نے کل میاں عبدالعزیز صاحب بیرسٹرایٹ لاء کی کوٹھی میں جمع ہو کر قیام امن کے لئے جو تدابیر اختیار کیں۔ ان کے مطابق رضا کاروں اور مسلم کارکنوں کو حکم دیا گیا۔ کہ وہ تمام مسلمانوں تک یہ پیغام پہنچا دیں۔ کہ خواہ دوسرے مذاہب کے لوگ کتنی ہی زیادتیاں کریں اور خواہ مسلمانوں کو کتنا ہی نقصان پہنچے۔ مگر انہیں ہر حال میں قیام امن کی مساعی جاری رکھنی چاہیئے۔ اور ہر شخص کی خواہ وہ ہندو ہو یا سکھ یا مسلمان یا عیسائی پوری پوری حفاظت کرنی چاہیئے ؞

معلوم ہوا ہے۔ کہ ۴ر ۵ر مئی کی درمیانی رات میں ایک ہندو برات چوہٹہ دستی بھگت میں آئی تھی۔ مسلمانوں نے اس برات کی ہر ممکن طریقہ سے حفاظت کی۔

۴ر مئی کو جب شہدا کے جنازے گذر رہے تھے۔ تو سیتلا مندر سے ۷۴۔ اور خالصہ ہندو ہوٹل سے ۸ ہندو اور سکھ گرفتار کئے گئے کیونکہ ان دونوں مقامات سے جنازوں پر اینٹیں پھینکی گئی تھیں۔ انہی میں وہ برہمن بھی شامل تھا جس نے مندر کو خود آگ لگا دی تھی۔ اگرچہ ان میں سے بعض کی جھولیوں میں اینٹیں خود مجسٹریٹ نے دیکھی تھیں۔ لیکن انار کلی کے تھانے میں پہنچتے تک۔ غائب ہو گئیں۔ ان لوگوں کے خلاف اب تک کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ یہ سب تھانے میں زیر حراست بیٹھے ہیں۔ اور انار کلی کے ہندوان کو روٹی پھل اور سب نعمتیں بہم پہنچائی گئی ہیں۔

۵ر مئی کو ہیرا نند نامی نوجوان ساکن جھگڑ محلہ کا جنازہ گذر رہا تھا ڈی۔ آئی۔ جی صاحب ساتھ تھے۔ جب جنازہ پرانی انار کلی میں ٹاہو رام بلڈنگ کے پاس پہنچا۔ تو اس پر اینٹیں پھینکی گئیں۔ ایک مسلمان مسمی کریم بخش کو اس پر جوش آیا۔ اس نے اس مکان کے دروازے کو دھکے دیئے۔ اور واویلا مچایا۔ کریم بخش فی الفور گرفتار کر کے تھانہ انار کلی میں پہنچا دیا گیا۔ اور زیر دفعہ $\frac{452}{511}$ مداخلت بیجا حوالات میں داخل کر دیا گیا۔

اب تک تھانہ انار کلی میں تقریباً ۱۳۱ ہندو اور چوبیس پچیس مسلمان ہیں۔ جو ۶ر اور ۷ر تاریخوں میں گرفتار کئے گئے۔ لیکن روک رکھے بیٹھے ہیں ؞

بیان کیا جاتا ہے کہ اب تک مسلمانوں کے خلاف آٹھ مقدمات تیار کئے جا چکے ہیں لیکن ہندوؤں کے خلاف ایک بھی نہیں۔

لاہور ۷ر مئی۔ بوقت دوپہر سر اقبال ملک محمد حسین صدر بلدیہ میاں عبدالعزیز سر میاں محمد شفیع اور دیگر اکابر شہر نے آج پھر شہر میں گشت کی۔ اور دکانیں کھلوانے کی کوشش کی۔ مسلمان دکانداروں نے جواب دیا۔ ہمیں اپنے رہنماؤں کے ارشاد کی تعمیل میں عذر نہیں۔ لیکن ہمیں خوف ہے کہ ہم دکانیں کھولیں گے۔ تو سکھ اور ہندو جو کرپانوں اور کلہاڑیوں سے مسلح ہیں۔ ہم نہتوں پر حملہ کر دینگے۔ سکھوں کے گوردواروں اور ہندوؤں کے مندروں سے کرپانیں۔ کلہاڑیاں اور لاٹھیاں اور دیگر سامان حرب برآمد ہوئے ہیں۔ اس لئے ہمیں حفاظت جان و مال کے متعلق سخت اندیشہ لاحق ہے ؞

لاہور ۷ر مئی (گیارہ بجے صبح) لاہور میں مچھی ہٹہ۔ وچھو والی۔ سوتر منڈی اور اندرون لوہاری دروازہ اور اندرون شاہ عالمی دروازہ کے محلے خالصتہً ہندوؤں کے ہیں۔ ان میں خال خال کچھ مسلمانوں کے گھر ہیں جیسا کہ اندیشہ کیا جاتا تھا۔ ان محلوں میں مسلمانوں پر بہت سختی کی گئی ؞

شملہ ۷ر مئی۔ آج ایک سرکاری اعلان شائع کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فساد لاہور کے پیش نظر پنجاب کی نو اجی چھاؤنیوں اور خود لاہور سے جو برطانی افسر پہاڑ پر جانے والی تھیں۔ ان کی روانگی غیر معین مدت کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے ؞

چوہٹہ مفتی باقر۔ محلہ خرادیاں۔ کوچہ جوگیاں۔ محلہ رڑہ تیلیاں کوچہ شنکر ناتھ۔ کوچہ مسجد الہ جوایا۔ کوچہ جواہر سنگھ کے متعدد ہندوؤں اور سکھوں نے تحریری اعلان کیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی طرف سے انہیں کوئی تکلیف یا نقصان نہیں پہنچا۔ بلکہ مسلمان ہر طرح ان کی حفاظت کرتے رہے۔

لاہور ۸ر مئی۔ زمیندار کی طرف سے ایک من دودھ میو ہسپتال کے تمام مذاہب کے مجروحین میں تقسیم کیا جاتا ہے ؞

لاہور ۸ر مئی۔ ہڑتال کھل گئی ہے۔ ہندو بھی دکانیں کھول رہے ہیں۔ اور کاروبار حسب معمول چل رہا ہے۔ شہر میں ہر طرح سے امن و سکون ہے لوگ مطمئن نظر آتے ہیں ؞

لاہور ۸ر مئی۔ (۸ بجے صبح) ہز ایکسیلنسی پنجاب آج صبح پھر کوتوالی شہر میں تشریف لائے اور تمام واقعات اور حالات کو بنفس نفیس دیکھتے رہے۔ آپ کا قیام کوتوالی میں قریباً نصف گھنٹہ تک رہا ؞

لاہور ۸ر مئی۔ گذشتہ شب کو سوتر منڈی میں ڈیوٹی پر جو دیہاتی متعین تھے کسی ہندو کے مکان سے خشت باری ہوئی۔ جس کی بناء پر آج وہاں متعدد گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں ؞

لاہور ۸ر مئی۔ ہیرا منڈی میں پیر نوگزے کی قبر واقع ہے۔ آج قریباً ۸ بجے صبح کے وقت ہندوؤں نے اس کے اوپر کا مکان جلا دیا۔ اور اب قبر ایک خاک کا ڈھیر دکھائی دیتی ہے ؞

۷ر مئی کو قتل وغیرہ کے اہم مقدمات کے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ وہ عام عدالتوں میں کئے جائیں۔ اور دوسرے معمولی مقدمات کی سماعت کوتوالی میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لالہ سندر لال ہنجرہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ مرزا مہدی حسین مجسٹریٹ فسٹ کلاس اور لالہ رام لال پرسنل اسسٹنٹ ڈپٹی کمشنر کرینگے ؞

روزنامہ "سیاست" میں موہنی روڈ متصل مزار داتا گنج بخش ایک واقعہ ہونے کی خبر شائع کی گئی تھی۔ جس میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ اس واردات کے متعلق خالصہ سکول کے طلبہ پر شک کیا جاتا ہے۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے سید عنایت شاہ کو طلب کر کے کہا کہ یہ شک والا معاملہ بالکل غلط ہے۔ اور اسی بناء پر ۹ر مئی کا "سیاست" ضبط قرار دیا جاتا ہے ؞

آج مسٹر رام لال مجسٹریٹ کے روبرو احاطہ ٹاہو رام پرانی انار کلی کے پندرہ ہندوؤں کو اس الزام میں پیش کیا گیا۔ کہ انہوں نے پولیس کے کہنے پر بھی ...

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ - مجموعہ ضابطہ دیوانی

روبکار باجلاس جناب چوہدری محمد لطیف صاحب سب جج بہادر۔ درجہ چہارم۔ ترنتارن،

مقدمہ دیوانی ۶۶ بابت ۱۹۲۶ء

شیرا ولد جھنڈو قوم جٹ ساکن میاں ونڈ تحصیل ترنتارن مدعی ؞

بنام

جلال ولد بھگو جٹ ساکن حمید پورہ۔ تحصیل امرتسر مدعا علیہ ؞

دعویٰ -/۳۲۹ روپے

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی جلال مدعا علیہ مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے۔ اور روپوش ہے۔ اسلئے اشتہار بنام جلال مذکور زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر جلال مذکور بتاریخ $\frac{5}{26}$ ۲۶ بمقام ترنتارن حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ اصالتاً یا وکالتاً نہیں کریگا۔ تو اسکی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائیگی۔

آج بتاریخ $\frac{5}{26}$ ۲ کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

مہر عدالت دستخط حاکم

(منشی عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر مالکان کیلئے دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا)